دینی، علمی، اصلاحی، ادبی و ثقافتی

ماهنامه

السلطان

ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا ڈاکٹر **تمیم احمد قاسمی** صاحب چیرمین آل انڈیا اردو فروغ ممبر آل انڈیا ملی کونسل چنئی

زیرِ نگرانی حضرت مولانا **ثمین اشرف** صاحب خلیفہ حضرت حکیم اختر صاحب، مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی، و مولانا قمر الزماں صاحب امام و خطیب مصلی الجتور دبئی

نائب مدیر: عبدالرزاق صدیقی قاسمی

مدیر: محمد مدثر الصالحی

دینی، علمی وفکری، اصلاحی، ادبی ثقافتی

ماہنامہ
برقی مجلہ

السلطان

ربیع الثانی
سنہ ۱۴۴۵ھ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز: حکیم اختر صاحبؒ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ العالی
حضرت علامہ قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی امام وخطیب مسجد المصلی الحبتور دبئی

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا ڈاکٹر تمیم احمد صاحب قاسمی صاحب

چیئرمین آل انڈیا تنظیم فروغ اردو۔ ممبر آل انڈیا ملی کونسل چنئی ناظم انجمن قاسمیہ چنئی تمل ناڈو

مُدیر

محمد مدثر الصالحی

نائب مُدیر

مولانا عبد الرزاق صاحب صدیقی، قاسمی

معاونین

اشہد احمد	میسور
محمد صابر	تلنگانہ
سید ایاز	مہاراشٹرا
ابوبکر صدیق	میوات
عبد المقتدر	کرناٹک

تاثرات

حضرت مولانا ناصر الدین صاحب مظاہری
استاذ مظاہر العلوم سہارن پور (وقف)

ماشاءاللہ بہت خوبصورت مضامین ہیں ترتیب، تہذیب، سیٹنگ، مشمولات سب کچھ بہت عمدہ ہے۔

میں نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ ایک کم عمر بلکہ نوعمر عالم اتنا خوبصورت اردو مجلہ نکال سکتا ہے جن کی اپنی مادری زبان اردو نہیں ہے پھر بھی اردو والوں کو آئینہ دکھا دیا ہے۔

چشم بد دور

اللہ مزید کامیابیاں کامرانیاں اور فلاح ونجاح عطافرمائے

فہرست مضامین

شمارہ نمبر			صفحہ نمبر
۱	یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود	اداریہ	5
۲	درس قرآن	مولانا منصور صاحب مفتاحی مدظلہ	7
۳	درس حدیث	مفتی عبداللہ مدبر صاحب قاسمی	9
۴	مسائل شرعیہ	دارالافتاء عبداللہ بن مسعودؓ	11
۵	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا ڈاکٹر تمیم احمد صاحب مدراسی	13
۶	آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور اسکے احکام	مفتی اصغر علی صاحب چکمگلور	19
۷	خوابوں کے متعلق اہم ہدایات	حافظ ابراہیم صاحب نقشبندی	22
۸	ایمان وعقیدہ سے متعلق وسوسوں کے احکام	مفتی مبین الرحمٰن صاحب	24
۹	مسلمانوں کے دنیوی مصائب کا دینی نسخے	مولانا سید مناظر حسن گیلانیؒ	26
۱۰	حضرت ٹیپو سلطانؒ کی طرز حکمرانی	مولانا ڈاکٹر حاذق صاحب ندوی	28
۱۱	نجات المؤمنین (جاری)	مولانا محمد علی مونگیریؒ	31
۱۲	مولانا الیاس ندوی بھٹکلی کی خدمت میں	مولانا سید ظہیر صاحب قاسمی	34
۱۳	افادات بجنوری	مفتی ندیم علی صاحب قاسمی نرمل	37
۱۴	فخر الاسلام مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ	محمد مدثر الصالحی	40
۱۵	آہ! ایک اور چراغ بجھ گیا	محمد مدثر الصالحی	44
۱۶	کچھ وقت علمی سیرابی کیلئے	اشہد احمد حنفی	45

یہ مسلمان ہیں!

جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اداریہ

از: مدیر

آج امت مسلمہ بدعات وخرافات کی جس وادی میں پھنسی ہوئی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے ہر ایک کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔لیکن کس کس پر نشان دہی کی جائے کس کس کو روکا جائے یہ ایک دشوار کن امر بن گیا ہے۔ابھی ہم ربیع الاول کے مبارک مہینے سے گزر رہے ہیں جب بھی یہ مہینہ آتا ہے بدعات وخرافات کی بھرمار ہوتی ہے شائد پورے سال اتنی شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو جتنی اس ماہ اور ماہ محرم الحرام وغیرہ میں ہوتی ہے۔میلاد کے نام پر گانے گائے جاتے ہیں تو کہیں ڈی جے بجائے جاتے ہیں، کہیں رقص کیا جاتا ہے تو کہیں مرد وعورت کی مخلوط محفلیں سجائی جاتی ہیں،اذانیں ہو رہی ہوتی ہے لیکن ان کے میوزک کی آواز سے اذان کی آواز ماند پڑ جاتی ہے،مساجد میں نمازیں ہو رہی ہوتی ہیں لیکن یہ مسجدوں کے سامنے سے نعرے بازیاں کرتے گزر رہے ہوتے ہیں انہیں نہ نماز کا پتہ ہے نہ اور کچھ بس ایک شوق وجزبہ ہے جس کو نبی ﷺ سے محبت کا لبادہ اڑھا کر کیا جاتا ہے اور ایک دن خلاف شرع اظہار محبت کر کے تھک کر ایسے سو جاتے ہیں پھر اگلے سال ہی اٹھتے ہیں افسوس صد افسوس ہے ایسی محبت پر جس سے خود محب ناراض ہو جائے۔حقیقی محبت وہ ہے جس میں محب کی اطاعت ہو ورنہ وہ محبت کے نام پر نفرت اور دھوکا ہے اب دیکھئے آپ جو یہ سب محبت کے نام پر کر رہے ہیں کیا اس میں آقا ﷺ کی اطاعت ہے یا بغاوت ہے اگر اطاعت ہو تو یہ حقیقی محبت ہے ورنہ یہ سراسر بغاوت ہے۔

اور یہ اطاعت کیسے ہو سکتی ہے؟اول تو اس کی بنیاد ہی شریعت کے خلاف ہے شریعت میں صرف دو ہی عیدوں کا ثبوت ملتا ہے ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ جب خود آقا ﷺ نے فرمادیا کہ عید دو ہی ہیں تو اسے عید تسلیم کرنا ہی آقا ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے تو پتہ چلا کہ اس کی بنیاد ہی میں آقا ﷺ کی نافرمانی ہے تو یہ کیسے محبت ہو سکتی ہے پتہ چلا کہ یہ بغاوت ہے۔دوسری بات پھر دیکھیں گے اس میں جو کام ہو رہے ہیں کیا یہ شریعت میں جائز بھی ہیں یا نہیں آقا ﷺ نے اس کی اجازت بھی دی ہے یا نہیں مثلاً اس میں گانے بجائے جا رہے ہیں رقص ہو رہا ہے۔نمازیں فوت ہو رہی ہیں آقا ﷺ کے نام کو لکھ کر دوسرے دن ردی کے ٹوکری میں ڈال کر اس کی توہین ہو رہی ہے،وغیرہ وغیرہ کیا ان سب باتوں کی شریعت میں گنجائش ہے؟ہر گز نہیں شریعت ہر گز اس کی اجازت نہیں دیتی اور آقا ﷺ نے کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دی ہے جب اجازت نہیں تو یہ آقا ﷺ کی اطاعت کے خلاف ہوا تو پھر یہ کیسے محبت ہو سکتی ہے بلکہ یہ سراسر بغاوت ہے۔

الغرض میلاد کے نام پر ایسی ایسی حرکات صادر ہوتی ہیں دیگر ایام میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاتا بعض مقامات پر دیکھا گیا کہ لوگ مسجد کے باہر کھڑے ہو کر نماز کی دعوت دے رہے ہیں ہر ایک کو آواز دے رہے ہیں مگر سوائے چند لوگوں کے کوئی نماز پڑھنے کو تیار نہیں ایسا بھاگ رہے ہیں جیسے پولیس کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔ اور بعض تصاویر وائرل ہوئی جو میلاد کے دوسرے دن کی تھی جس پر اللہ اور نبی ﷺ کا نام نقش تھا ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا ہے الامان والحفیظ۔ ایک واقعہ بندے کے ساتھ خود پیش آیا ہے بندہ جماعت سوم میں تھا اور چھٹیوں میں خالہ کے گھر گیا ہوا تھا اس محلے میں میلاد کا جلسہ تھا مجھے سیرت پر بیان کرنے کے لئے مجبورا اٹھا دیا گیا بندہ تھوڑی دیر بیان کر کے وہاں سے چلا آیا پھر صبح فجر کے بعد دیکھا تو پوری گلی میں نوجوان لڑکے ایک دوسرے پر پانی برساتے ہوئے رقص کر رہے ہیں میوزک چل رہی ہے بندہ حیران رہ گیا کہ کیا ایسا بھی کبھی ہوتا ہے کیونکہ وہ پہلی مرتبہ دیکھنے کا موقع تھا۔

ان ایام میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں اور غیروں میں کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہتا۔

یہ سب خرافات ہیں جو دین کے نام پر کئے جارہے ہیں اس پر مزید رونے کی بات یہ ہے کہ چند علماء سوء اس پر من گھڑت دلائل سے قوم کو اور گمراہ کرتے ہیں اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے صراط مستقیم پر گامزن فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین

فلسطین ہمارا ہے!!

اٹھو لوگوں چلو دوڑو فلسطین پکارا ہے
نہیں دیں گے تجھے کچھ بھی فلسطین ہمارا ہے

سفارش بھی نوازش بھی کیا تجھ پر فلسطین
اسی کو تو بھلایا یہ خباثت ہے کمینہ پن

ذرا خاموش رہے ہم کیا ترے پر پھر نکل آئے
مٹا دیں گے تیری ہستی فلسطین ہمارا ہے

ندا اجمل لگایا ہے سدھر جا تو ارے دشمن
وگر تیرا صفایا ہے فلسطین ہمارا ہے

صلاح الدین ایوبی ہمارے پاس بہت اب بھی
ستانا مت ہمیں دشمن تیرا ہو گا صفایا پھر

محمد مدثر الصالحی

درسِ قرآن

مولانا منصور صاحب مفتاحی مدظلہ
مدرس مدرسہ مفتاح العلوم میل وشارم

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ابھی قبلہ کا مضمون باقی ہے درمیان میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان فرمادی مطلب یہ ھیکہ جس طرح ہم نے تمہارا قبلہ سب قبلوں سے افضل بنادیا اسی طرح ہم نے تم کو اعتدال والی امت بنادی اور ساری امتوں سے افضل امت بنادی۔ اس امت کی فضیلت کا ظہور میدان حشر میں اس طرح سے ہوگا کہ یہ امت تمام امتوں کے بارے میں گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے کہ ہاں میری امت عدل ہے ثقہ ہے اس کی گواہی معتبر ہے دوسری امتوں کے مقابلہ میں اس امت کی گواہی اور اس پر فیصلے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کیا تم نے تبلیغ کی؟ وہ عرض کریں گے یارب میں نے واقعۃ تبلیغ کی تھی ان کی امت سے سوال ہوگا کہ بولو انہوں نے تم کو احکام پہنچائے۔؟ وہ کہیں گے نہیں۔ ہمارے پاس تو کوئی نذیر (ڈرانے والا) نہیں آیا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کے تمہارے دعوے کی تصدیق کے لئے گواہی دینے والے کون ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ حضرت محمدؐ اور ان کے امتی ہیں۔ یہاں تک بیان فرمانے کے بعد آپ نے اپنی امت کو خطاب کرکے فرمایا کہ اس کے بعد تم کو لایا جائے گا اور تم گواہی دوگے کہ بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ۔ اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادی ہے۔ جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ: میں گواہ بنو، اور تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہ بنیں یہ بخاری شریف کی روایت ہے اور مسند احمد وغیرہ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں بھی انکاری ہوں گی اور کہیں گی کہ ہم کو تبلیغ نہیں کی گئی۔ ان بنیوں سے سوال ہوگا کہ تم نے تبلیغ کی؟ وہ اثبات میں جواب دیں گے کہ واقعی ہم نے تبلیغ کی تھی اس پر ان سے گواہ طلب کئے جائیں گے تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت سے سوال ہوگا کہ تم کو اس معاملہ میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ہم پیغمبروں سے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں؟۔ امت محمدیہ " سے سوال ہوگا کہ تم کو اس معاملہ کی کیا خبر؟ وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے اور انہوں نے خبر دی کے تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی۔ بلاشبہ اس امت کا بڑا مرتبہ ہے اور بڑی فضیلت ہے جس کا میدان حشر میں تمام اولین و آخرین کے سامنے ظہور ہوگا یہ امت خیر الامم ہے اس کو افضل الانبیاء کی امت میں ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سب کتابوں میں افضل کتاب عطاء کی ہے جو اللہ کی کتاب ہی نہیں بلکہ اللہ کا کلام بھی ہے

جو چھوٹے بچوں تک کے سینوں میں محفوظ ہے۔ صغیر و کبیر سب کے ورد زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام بنی آدم سے منتخب کیا۔ سورہ حج میں ارشاد ہے وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ ہواجتبا کم وما جعل علیکم فی الدین من حرج، ملت ابیکم ابراھیم ہو سمکم المسلمین من قبل وفی ہذا لیکون الرسول شہداء علی الناس اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو منتخب فرمایا اور تم پر دن میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو۔ اللہ نے تمہارا لقب مسلمان رکھا پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تا کہ تمہارے لئے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو۔ امت محمدیہ کی آپس میں گواہی پر بخشش کے فیصلے- اس امت کی فضیلتوں میں یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ اسکی گواہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے انکی گواہی سے دوسری امتوں کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ اور آپس میں بھی ان کی گواہی معتبر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ کچھ لوگ ایک جنازہ کو لے کر گزرے تو حاضرین نے اس جنازہ کے بارے میں اچھے کلمات کہے اور اسکی تعریف کی آپ نے فرمایا "وجبت" پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے تو حاضرین نے برائی کے ساتھ اس کا ذکر کیا آپ نے اس پر بھی "وجبت" فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "وجبت" کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُس کے بارے میں تم نے خیر کے کلمات کہے لہذا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور اس کے بارے میں تم نے شر کے الفاظ استعمال کئے اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی۔ شہداء اللہ فی الارض - یعنی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو (صحیح البخاری) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کے لئے چار آدمی خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالی اسے جنت میں داخل فرمائیں گے ہم نے عرض کیا کہ اگر دو شخص گواہی دے دیں؟ آپ نے فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے پھر ہم نے ایک کی گواہی کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ (صحیح بخاری)

تفسیر در منثور میں بحوالہ مسند احمد وسنن ابن ماجہ وغیرہ حضرت ابو زہیر ثقفی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا ہوگا کہ تم اپنے اچھے لوگوں کو برے لوگوں سے ممتاز کر سکو گے۔ اور جان سکو گے کہ کون کیسا ہے۔ حضرات صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اچھا ذکر ہونے سے اور برا ذکر ہونے سے (یعنی جسے مسلمان اچھا کہیں وہ اچھا ہے اور جسے برا کہیں وہ برا ہے) تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ گواہی دینے کے اس بڑے مرتبہ سے وہ لوگ محروم ہوں گے جو لعنت کے الفاظ زیادہ نکالتے ہیں۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ شہید ہوں گے نہ شفیع ہوں گے یعنی اس کے اہل نہیں ہونگے

درسِ حدیث

مفتی عبداللہ مدبر صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ عزیزیہ ہنسور، میسور

(متن) عن جابر بن عبداللہ قال: أخبرني عمر بن الخطاب أنه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لاخر من الیهود والنصاری من جزیرة العربیه حتی لا ادع فیها الا مسلما وفی روایة لئن عشت ان شاء اللہ لاخرج الیهود والنصاری من جزیرة العربیة رواه البخاري (٣١٦٨) ومسلم (١٦٢٥)

ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا : مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں جزیرہ عرب سے یہود و نصاری کو ضرور نکالوں گا اور اس میں صرف مسلمان کو باقی رکھوں گا۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ اگر میں زندہ رہوں اللہ اگر چاہے تو ضرور بالضرور عرب کے جزیرے سے یہود و نصاری کو نکال کر ہی رہوں گا۔

محترم قارئین کرام !

یہ زمین اللہ تعالٰی کی ہے جسے چاہے وہ وارث بناتا ہے اور اللہ تعالٰی اس روئے زمین پر اپنی وحدانیت کا اقرار اور اپنے برگزیدہ پیغمبر علیہ السلام کی نبوت کے اعمال کا اظہار کرنے والوں سے بے پناہ محبت فرمایا ہے وهو یتولی الصالحین فرمایا ہے۔ اہل ایمان کا مولی اللہ ہے۔ اہل کفر و شرک نیز فرقہ ضالہ و عقیدہ باطلہ و مغضوبین کا نہیں. ۔مذکورہ بالا روایت میں جزیرۃ العرب کا ذکر بزبان رسالت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ جزیرۃ العرب کیا ہے اور کہاں سے کہاں تک ہے اولاہم اس کو سمجھیں گے چنانچہ علامہ اصطخری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: و دیار العرب فی الحجاز الذی یشتمل علی مکۃ والمدینۃ والیمامۃ و مخالیفہا و نجد الحجاز المتصل بارض البحرین وبادیۃ العراق وبادیۃ الجزیرۃ وبادیۃ الشام (حوالہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی المسالک والممالیک صفحہ ۱۴) یعنی عرب کے شہروں میں ایک حجاز تھا جو مکہ، مدینہ، یمامہ اس کے سامنے والا حصہ اور حجاز کا وہ نجد نامی علاقہ جو سرزمین بحرین سے متصل ہے (پر مشتمل تھا) اور عرب کے شہروں میں عراق کا ریگستانی علاقہ، جزیرہ کا رنگستانی علاقہ، اور شام کا ریگستانی علاقہ بھی دیار عرب میں شامل ہے. اسی ضمن میں کتب فقہ میں (قوال ائمہ اربعہ کا نایاب تحفہ دبستان فقہ کا سرمہ، جملہ مذاہب و مسالک کا متفق علیہ مجموعہ بلکہ فقہی دنیا کی مطول لاجواب انسائیکلو پیڈیا بنام الموسوعۃ الفقھیہ جو کویت سے شائع ہوئی ہے) مصنفین جزیرۃ العرب کی تعریف لکھتے ہیں: ارض العرب تسمی ایضاً جزیرۃ العرب وقد وردالاسمان فی السنۃ النبویۃ والفقہاء یستعملون کلا اللفظین ویطلق کلہا منہالغۃ علی الاقلیم الذی یسکنہ العرب والذی ہوشبہ جزیرۃ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ج ۳)

مشہور عالم دین پیر طریقت حضرت مولانا محمد رابع حسنی فروی علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق تصنیف بنام جزیرۃ الحرب جغرافیہ، تاریخ، تہذیب و ثقافت جس کا مقدمہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی علیہ الرحمہ زینت قرطاس ہے جس کا مطالعہ ہر قاری کے لئے مفید و موزوں معلوم ہوتا ہے۔

جزیرۃ العرب سے متعلق اتنی تحقیق کے بعد آگے کی منزل کی طرف تدریج تبرتج پڑھیں گے۔ حدیث مذکور میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں نصرانیوں سے صاف برات کا اظہار فرمارہے ہیں، چونکہ یہ اقوام بزبان الٰہی مغضوب اور ضال ہیں، گرچہ یہ بنی اسرائیل سے متعلق ہیں، رہی بات اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اور حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا نام ہے اور یہ اسرائیل دو لفظوں سے مرکب ہے ایک اسرا دوسرا ایل جس کا عربی ترجمہ عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے ان کی نسل کو بنو اسرائیل کہا جاتا ہے۔ آج کے ملعون و مطرود و مبغوض یہودیوں کا کہنا ہے کہ ہم شریعت موسوی پر عمل پیرا ہیں۔ یہ افتراء اور کذب بیانی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں جو مذہب لے کر آئے اس کو یہودیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی ہوئی شریعت کو نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف پیغمبر اسلام امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم کے ذریعے جو شریعت بھیجی اس کو خود نام دیا اور اس کا نام اسلام اور اس کے ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ ھو سماکم المسلمین (سورۃ الحج) اور سورۃ مائدہ میں فرمایا الیوم اکملت لکم دنیکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا، اصطلاح شرع میں یہودی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور تورات پر عمل کرتے تھے اب یہ مذہب محرف اور یہ کتاب منسوخ ہو چکی ہے خود قرآن کریم یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ فرما چکا ہے۔ یہودیوں کی دسیہ کاری دجل وفریب کو قرآن پاک میں سورۃ المائدہ اور دیگر سورتوں میں واضح کر دیا ہے کہ یہ ملعون قوم ہے حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت کا طوق ان کے گلے ڈال دیا گیا اس آیت کے ذریعے لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذالک باعصوا وکانوا یعتدون - (جاری)

مسائل شرعیہ

صدر مفتی، مفتی محبوب خان حسامی
ترتیب و تخریج: مفتی شیخ سہیل قاسمی

عبداللہ ابن مسعود دارالافتاء والتحقیق نظام آباد تلنگانہ

عورت کے ہاتھ مہندی سے ہمیشہ سجے ہوں

عورتوں کا ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگانا شرعاً جائز اور درست ہے۔ بلکہ شوہر کی خوشنودی کے لیے اگر لگائے تو یہ مستحب اور کار ثواب ہے۔ نیز چند احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواتین کا ہاتھوں پر مہندی لگانے کا رواج تھا۔ عورتوں کے لیے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگانا جائز ہے اور اس میں ہر طرح کی ڈیزائننگ بھی درست ہے، البتہ ڈیزائنگ میں کسی جاندار یا مورتی وغیرہ کی تصویر نہ بنائی جائے۔ نیز عورتیں صرف شوہروں کے لیے مختلف ڈیزائنگ کی مہندی لگائیں، غیر مردوں کے لیے نہیں

وجہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ: أَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اللّٰهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ: مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ، قَالَ: لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس کے پاس آپ کے لیے ایک خط تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: " مجھے نہیں معلوم کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟ اس نے کہا: عورت کا' آپ نے فرمایا: " اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی " یعنی مہندی لگاتی۔ (ابوداؤد الرقم 4166)

میزبان کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنے ساتھ دعوت میں لے جانا

دعوت میں وہی لوگ شریک ہوں جنہیں شریک ہونے کی اجازت دی جائے بعض لوگ اپنے ساتھ اپنے دوست یا گھر کے چھوٹے بچوں کو اپنے ساتھ دعوت میں لے جاتے ہیں جنہیں شریک ہونے کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے اپنے علاوہ کسی دوسرے کو دعوت میں لے جانا جائز نہیں ہے*

وجاہ

عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ جَارًا لِرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارِسِيًّا كَانَ طَيِّبَ الْمَرَقِ فَصَنَعَ لِرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ثُمَّ جَاءَ يَدْعُوهُ فَقَالَ وَهَذِهِ لِعَائِشَةَ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ لا فعاد یدعوہ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَيْهِ وسلّم وھذہ قال لا قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا ثُمَّ عَادَ يَدْعُوهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى قَالَ اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الّٰہُ وھذہ قال نعم فی الثالثة فقاما یتدافعان حَتَّى أَتَيَا مَنْزِلَهُ

ترجمہ : ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کا ایک فارس سے تعلق رکھنے والا پڑوسی شوربا اچھا بناتا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے شوربا تیار کیا، پھر آ کر آپ کو دعوت دی۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : " ان کو بھی دعوت ہے؟ اس نے کہا : نہیں۔ آپ نے فرمایا : " نہیں "۔ (مجھے بھی تمہاری دعوت قبول نہیں۔) وہ دوبارہ آپ کو بلانے آیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : " ان کو بھی؟ اس نے کہا : نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نہیں۔ وہ پھر دعوت دینے کے لئے آیا، نبی ﷺ نے فرمایا : " ان کو بھی "؟ تو تیسری بار اس نے کہا : ہاں۔ پھر آپ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ اس کے گھر آ گئے (مسلم شریف الرقم 2037)

موبائل پر اونچی آواز سے بات کرنا

زبان کے صحیح استعمال سے آپ غیر کو بھی اپنا بنا سکتے ہے اور زبان کا غلط استعمال اپنوں کو بھی غیر بنا دیتا ہے مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو نرم گفتگو کرنے کا حکم دیتا ہے اور اونچی اور بلند آواز سے بات کرنے سے منع کرتا ہے بعض لوگ عادتاً اور بعض جان بوجھ موبائل پر یا دوستوں سے اتنی اونچی آواز سے بات کرتے ہے کہ لوگوں کو ان کی اس نازیبا حرکت سے تکلیف ہوتی ہے. یاد رہے کہ گفتگو ہمیشہ آہستہ اور دھیمی آواز میں کرے

قال اللہ سبحانہ وتعالی (واغضض من صوتک).

ترجمہ : اور اپنی آواز آہستہ رکھو. (سورہ لقمان الآیہ 19)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا تمیم احمد صاحب قاسمی مدظلہ
سکریٹری آل انڈیا اردو فروغ کونسل، چنئی

رسولِ کائنات فخرِ موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض و سمارب العالمین نے نسلِ انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور اسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے معمولات زندگی ہی قیامت تک کے لیے شعار و معیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے یوم ولادت سے لے کر روزِ رحلت تک کے ہر ہر لحہ کو قدرت نے لوگوں سے محفوظ کرادیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوالوں نے محفوظ رکھا ہے اور سند کے ساتھ تحقیقی طور پر ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت واکملیت ہر قسم کے شک و شبہ سے محفوظ ہے دنیائے انسانیت کسی بھی عظیم المرتب ہستی کے حالات زندگی معمولات زندگی انداز و اطوار مزاج ورجحان حرکات وسکنات نشست وبرخاست اور عادات و خیالات اتنے کامل و مدلل طریقہ پر نہیں ہیں جس طرح کہ ایک ایک جزئیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری شکل میں دنیا کے سامنے ہے یہاں تک کہ آپ سے متعلق افراد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اشیاء کی تفاصیل بھی سند کے ساتھ سیرت و تاریخ میں ہر خاص و عام کو مل جائیں گی۔ اس لیے کہ اس دنیائے فانی میں ایک پسندیدہ کامل زندگی گذارنے کے لیے اللہ رب العزت نے اسلام کو نظامِ حیات اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ حیات بنایا ہے وہی طریقہ اسلامی طریقہ ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً، فعلاً منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے من رغب عن سنتی فلیس منی جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ عبادات وطاعات سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ اور عادات شریفہ پر برابر لکھا اور بیان کیا جاتا رہتا ہے۔ دنیا میں ہر لحہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا آپ کی سیرت سنائی اور بتائی جاتی رہے گی پھر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان پرانا نہیں ہوگا یہی معجزہ ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہی تفسیر ہے "ورفعنالک ذکرک" کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی دنیا وآخرت میں کامیابی و سرفرازی کا عنوان اتباع سنت ہے یہی اتباع ہر دور ہر زمانہ میں سربلندی اور خوش نصیبی کی کنجی ہے۔ اگر کسی کو عہدِ رسالت نہ مل سکا تو پھر ان کے لیے عہدِ صحابہ معیارِ عمل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکیزہ جماعت سیرۃ النبی ﷺ کا عملی پیکر ہے ہر طرح سے پرکھنے جانچنے کے بعد ان کو نسلِ انسانی کے ہر طبقہ کے واسطے ایمان و عمل کا معیار بنایا گیا ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی ہے اور اللہ رب العالمین نے ان کے عمل و کردار اخلاق واطوار ایمان واسلام اور توحید و عقیدہ، صلاح و تقویٰ کو بار بار پرکھا پھر اپنی رضا و پسندیدگی سے ان کو سرفراز فرمایا، کہیں فرمایا "اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ" کہ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے تقویٰ کو اللہ نے جانچا ہے، کہیں فرمایا "آمنوا کما آمن الناس" کہ اے لوگو ایسے ایمان لاؤ جیسا کہ محمد کے صحابہ ایمان لائے ہیں تو کہیں فرمایا اولئک ہم الراشدون یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھے ان کی عبادات میں ہی نہیں بلکہ چال ڈھال میں بھی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جھلکتا تھا یہی سبب ہے کہ خود رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم (ترمذی) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن سے بھی اقتداء و محبت کا تعلق جمالو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ چونکہ صحرا، جنگل میں سفر کرنے کے لیے سمت معلوم کرنے کے لیے ستاروں کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ نفوس قدسیہ شرک و کفر کے صحراء میں مینارۂ ایمان ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خاص گوشوں کو موضوع بنایا گیا ہے جو آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ ہیں مختصر طور پر ہر اس پہلو کو ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کو عادتاً کم بیان کیا جاتا ہے۔ ولادت شریف اور حلیہ مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۹/یا ۱۲/ ربیع الاول عام الفیل کو آپ نے شکم مادر سے تولد فرمایا۔۔

شمائل ترمذی حلیہ مبارکہ بیان کرنے کا سب سے مستند و جامع ذریعہ ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد، سرخی مائل، سفید گورا رنگ، سر اقدس پر سیاہ ہلکے گھنگھریالے ریشم کی طرح ملائم انتہائی خوبصورت بال جو کبھی شانہ مبارک تک دراز ہوتے تو کبھی گردن تک اور کبھی کانوں کی لو تک رہتے تھے۔ رخِ انور اتنا حسین کہ ماہِ کامل کے مانند چمکتا تھا، سینہ مبارک چوڑا، چکلا کشادہ، جسم اطہر نہ دبلا نہ موٹا انتہائی سڈول چکنا کہیں داغ دھبہ نہیں، دونوں شانوں کے بیچ پشت پر مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر سرخی مائل ابھری کہ دیکھنے میں بے حد بھلی لگتی تھی، پیشانی کشادہ بلند اور چمکدار، م ابروئے مبارک کمان دار غیر پیوستہ دہن شریف کشادہ، ہونٹ یاقوتی مسکراتے تو دندانِ مبارک موتی کے مانند چمکتے دانتوں کے درمیان ہلکی ہلکی درازیں تھیں بولتے تو نور نکلتا تھا سینہ پر بالوں کی ہلکی لکیر ناف تک تھی باقی پیکر بالوں سے پاک تھا صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ جیسا خوبصورت نہیں دیکھا گیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اپنے نعتیہ قصیدے میں نقشہ کھینچتے ہیں

واحسن منک لم ترقط عینی
خلقت مبرء أمن کل عیب

واجمل منک لم تلد النساء
کانک قد خلقت کما تشاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین مرد میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت مرد کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہر قسم کے ظاہری و باطنی عیب سے پاک پیدا ہوئے گویا آپ اپنی حسب مرضی پیدا ہوئے ہیں۔ نہ کبھی آپ چیخ کر بات کرتے تھے نہ قہقہہ لگاتے تھے نہ شور کرتے تھے نہ چلا کر بولتے تھے ہر لفظ واضح بولتے جو مجمع سے مخاطب ہوتے تو تین بار جملہ کو بالکل صاف صاف دہراتے تھے اندازِ کلام باوقار، الفاظ میں حلاوت کہ بس سنتے رہنے کو دل مشتاق، لبوں پر ہمہ دم ہلکا سا تبسم جس سے لب مبارک اور رخِ انور کا حسن بڑھ جاتا تھا راہ چلتے تو رفتار ایسی ہوتی تھی گویا کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہوں نہ دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھتے تھے نہ گردن کو آسمان کی طرف اٹھا کر چلتے تھے تواضع کی باوقار مردانہ خوددارانہ رفتار ہوتی قدمِ مبارک کو پوری طرح رکھ کر چلتے تھے کہ نعلین شریفین کی آواز نہیں آتی تھی ہاتھ اور قدم ریشم کی طرح ملائم گداز تھے اور قدم پُر گوشت ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ اپنا کام خود کرنے میں تکلف نہ فرماتے تھے کہ کوئی مصافحہ کرتا تو اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ الگ نہ کر لے جس سے گفتگو فرماتے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے کوئی آپ سے بات کرتا تو پوری توجہ سے سماعت فرماتے تھے۔ پھر بھی ایسا رعب تھا کہ صحابہ کو گفتگو کی ہمت نہ ہوتی تھی ہر فرد یہی تصور کرتا تھا کہ مجھ کو ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کا آغاز۔ تاجِ رسالت اور خلعت نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے سماج و معاشرہ کو ایمان و توحید کی دعوت دی جو گلے گلے تک شرک و کفر کی دلدل میں گرفتار تھا۔ ضلالت وجہالت کی شکار تھی انسانیت شرافت مفقود تھی درندگی اور حیوانیت کا راج تھا ہر طاقتور فرعون بنا ہوا تھا۔ قتل و غارت گری کی وباہر سو عام تھی نہ عزت محفوظ نہ عصمت محفوظ نہ عورتوں کا کوئی مقام نہ غریبوں کے لیے کوئی پناہ، شراب پانی کی طرح بہائی جاتی تھی بے حیائی اپنے عروج پر تھی، روئے زمین پر وحدانیت حق کا کوئی تصور نہ تھا۔ خود غرضی مطلب پرستی کا دور دورہ تھا۔ چوری بدکاری اپنے عروج پر تھی اور ظلم و ستم ناانصافی اپنے شباب پر تھی خدائے واحد کی پرستش کی جگہ معبودانِ باطل کے سامنے پیشانیاں جھکتی تھیں۔ نفرت و عداوت کی زہریلی فضا انسان کو انسان سے دور کر چکی تھی۔ انسانیت آخری سانس لے رہی تھی معاشرہ سے شرک کا تعفن اٹھ رہا تھا۔ کفر کی نجاست سے قلوب بدبودار ہو چکے تھے اس دور کا انسان قرآن کریم کے مطابق جہنم کے کنارے کھڑا تھا۔ ہلاکت سے دوچار ہونے کے قریب کہ رحمت حق کو رحم آیا اور کوہِ صفا سے صدیوں بعد انسانیت کی بقا کا اعلان ہوا کہ "یاآیہاالناس قولو الاالہ الااللہ تفلحوا" اے لوگو! لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاؤ فلاح و صلاح سے ہمکنار رہو گے۔ یہ آواز نہیں تھی بلکہ ایوانِ باطل میں بجلی کا کڑکا تھا۔

وہ بجلی کڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی یہی آوازِ حق ایک عظیم الشان انقلاب کی ابتداء تھی جس نے دنیائے انسانیت کی تاریخ بدل دی یہ اعلان توحید کی حیات نو کا پیغام تھا جس نے مردہ دل عربوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور پھر دنیا نے وہ منظر دیکھا جس کا تصور بھی نہ تھا کہ قاتل عادل بن گئے، بت پرست بت شکن بن گئے۔ ظلم و غضب کرنے والے حق پرست اور رحم دل بن گئے۔ سیکڑوں معبودانِ باطل کے سامنے جھکنے والی پیشانیاں خدائے واحد کے سامنے سرنگوں ہو گئیں،

عورتوں کو جانور سے بدتر جاننے والے قطع رحمی اور کمزوروں پر ستم ڈھانے والے عورتوں کے محافظ، صلہ رحمی کے خوگر اور کمزوروں کا سہارا بن گئے۔ نفرت و عدوات کا آتش فشاں سرد ہو گیا محبت واخوت کی فصلِ بہاراں آگئی، راہزن راہبر اور ظالم عدل وانصاف کے پیامبر بن گئے۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو میحا کر دیا

پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک امی لقب اعلیٰ نسب رسول کے فداکاروں نے ایمان و توحید کی تاریخ مرتب کر ڈالی عدل و نصاف کے لازوال نقوش چھوڑے وحدت مساوات کی لافانی داستان رقم کر دی، فتوحات کی انوکھی تاریخ لکھ دی جہانبانی و حکمرانی کے مثالی اصول مرتب کیے، عفت و پاکدامنی کا ریکارڈ چھوڑ گئے وفاداری فداکاری کی انمٹ تحریر دیے، عظمت ورفعت کے ان بلندیوں پر پہنچے جہاں سے اونچا مقام صرف انبیاء و مرسلین کو نصیب ہو سکتا ہے ایسا انقلاب دنیا نے کب دیکھا تھا اور کہاں سنا تھا۔ صبر واستقامت۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق اور اعلانِ توحید کی راہ میں اپنے ہی لوگوں کے ایسے ایسے مصائب وآلام دیکھے کہ کوئی اور ہوتا تو ہمت ہار جاتا مگر آپ صبر واستقامت کے کوہِ گراں تھے۔ دشمنانِ اسلام نے قدم قدم پر آپ کو ستایا جھٹلایا بہتان لگایا مجنون ودیوانہ کہا، ساحر و کاہن کا لقب دیا راستوں میں کانٹے بچھائے جسم اطہر پر غلاظت ڈالی لالچ دیا دھمکیاں دیں اقتصادی ناکہ بندی اور سماجی مقاطعہ کیا۔ آپ کے شیدائیوں پر ظلم وستم اور جبر واستبداد کے پہاڑ توڑے نئے نئے لرزہ خیز عذاب کا جہنم کھول دیا کہ کسی طرح حق کا قافلہ رک جائے۔ حق کی آواز دب جائے مگر دورِ انقلاب شروع ہو گیا تھا توحید کا نعرہ بلند ہو چکا تھا، اس کو غالب آنا تھا۔ یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون. (القرآن)
کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (ایمان واسلام) کو اپنی پھنکوں سے بجھادیں اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کفار اس کا ناپسند کریں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ابتلاء وآزمائش میں جتنا مجھ کو ڈالا گیا کسی اور کو نہیں ڈالا گیا۔ اسی طرح آپ کے صحابہ پر جتنے مظالم ڈھائے گئے کسی اور امت میں نہیں ڈھائے گئے۔
ہجرتِ مبارکہ۔ جب مکہ کی سرزمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام پر بالکل تنگ کر دی گئی تب بحکم الہی آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور صحابہ کرام نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار، آل واولاد، زمین وجائداد سب کو چھوڑ چھاڑ کر حبشہ و مدینہ کا رخ کیا پہلی ہجرت صحابہ کے ایک گروہ نے حبشہ کی طرف کی تھی، پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا ہجرت رسول کے بارے میں مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ جامع اقتباس بہت ہی معنویت رکھتا ہے کہ ہجرت کس جذبہ کا نام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی زبردست قربانی دی تھی۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت سے سب سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز اور ہر مانوس و مرغوب شئے اور ہر اس چیز کو جس سے محبت کرنے، جس کو ترجیح دینے اور جس سے بہر صورت وابستہ رہنے کا جذبہ انسان کی فطرت سلیم میں داخل ہے۔ بے دریغ قربان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان دونوں اوّل الذکر چیزوں دعوت وعقیدہ کو ان میں سے کسی چیز کے لیے ترک نہیں کیا جاسکتا نبی رحمت اور ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام آج بھی مسلمانوں کے سامنے ہے کہ ایمان وعقیدہ اور دعوت و تبلیغ کسی بھی صورت میں ترک کرنا گوارہ نہ کریں یہی دونوں تمام دنیوی واخروی عزت و کامیابی کا سرچشمہ ہے۔ غزوات وسرایا۔ ہجرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام کی تحریک میں کشادہ میدان اور مخلص معاون افراد ملے جس کے باعث قبائل عرب میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا تو دوسری جانب مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کی برپا کردہ لڑائیوں کا سامنا بھی تھا مکہ میں مسلمان کمزور اور بے قوت وطاقت تھے اس لیے ان کو صبر واستقامت کی تاکید و تلقین تھی مدینہ میں مسلمانوں کو وسعت وقوت حاصل ہوئی اور اجتماعیت ومرکزیت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے لڑنے اور ان کو منہ توڑ جواب دینے کی اجازت عطا فرمائی اور غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا جو اہم غزوات پیش آئے یہ ہیں۔
1. غزوہ بدر ۲ھ میں مومنین ومشرکین مکہ کے درمیان میدانِ بدر میں سب سے پہلا غزوہ پیش آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہاو سلم کے سپہ سالاری میں تین سو تیرہ مجاہدین نے مشرکین کے ایک ہزار ہتھیار بند لشکر کو ہزیمت سے دوچار کیا اور ابو جہل، شیبہ، عتبہ سمیت ستر (۷۰) سردارانِ قریش مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اسی سے مسلمانوں کی دھاک قبائل عرب پر نقش ہو گئی۔ 2. زوہ اُحد ۳ھ شوال میں یہ غزوہ ہوا مسلمان سات سو اور کفار تین ہزار تھے۔ 3. غزوات ذات الرقاع ۴ھ میں پیش آیا اسی میں آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی۔ 4. غزوہ احزاب (خندق) ۵ھ میں ہوا مشرکین مکہ نے قبائل عرب کا متحد محاذ بنا کر حملہ کیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ کے ارد گرد چھ کلومیٹر لمبی خندق کھدوائی تھی اسی لیے اس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

5. غزوۂ بنی المصطلق ۶ھ میں ہوا اسی میں منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی۔ 6. صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا اور چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور وہیں صلح ہوئی کہ آئندہ سال عمرہ کر سکتے ہیں (پوری تفصیل کتابوں میں دیکھی جائے) 7. غزوۂ خیبر ۷ھ میں پیش آیا یہ یہودیوں سے آخری غزوہ تھا اس سے قبل غزوۂ بنو نضیر اور غزوۂ بنو قریظہ میں یہودیوں کو جلاوطن اور قتل کیا گیا تھا۔ 8. غزوۂ تبوک ۹ھ میں پیش آیا ہرقل سے مقابلہ تھا دور کا سفر تھا شام جانا تھا گرمی کا زمانہ تھا اس لیے خلاف عادت آپ نے اس غزوہ کا اعلان فرمایا چندہ کی اپیل کی صحابہ نے دل کھول کر چندہ دیا اور تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر لے کر آپ تبوک روانہ ہوئے، مگر ہرقل بھاگ گیا اور آپ مع صحابہ واپس بخیریت مدینہ تشریف لائے اس غزوہ میں بھی بہت سے اہم واقعات پیش آئے جن کی ایک ایک تفصیل سیر کی کتابوں میں درج ہے۔ ان غزوات کے علاوہ بہت سے سرایا صحابہ کرام کی سرکردگی میں مختلف مواقع پر روانہ فرمائے۔ کچھ اہم واقعات: ۲ھ میں ہجرت کے بعد سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد تحویل قبلہ ہوا۔ ۲ھ میں روزہ فرض کیا گیا، ۴ھ میں شراب حرام ہوئی۔ فتح مکہ و غزوۂ حنین ۸ھ میں اسلامی تاریخ کا وہ واقعہ یعنی فتحِ مکہ پیش آیا جس سے کلی طور پر اسلام کو عرب میں غلبہ حاصل ہو گیا اور مشرکین کا سارا زور ٹوٹ گیا فتح مکہ کے بعد واپسی میں غزوۂ حنین پیش آیا جس میں پہلی بار مسلمان تعداد میں بارہ ہزار اور کفارِ طائف چار ہزار تھے ورنہ ہر غزوہ میں مسلمان کم اور دشمن کی تعداد دو گنا، تین گنا ہوتی تھی۔ اشیاء الرسول اور ان کے اسماء: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام شمار کرائے ہیں امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "سیرۃ نبویہ" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء مبارکہ کے اسماء بیان کیے ہیں، نیز دوسرے سیرت نگار علماء نے بھی اس ضمن میں کام کیا ہے، انھیں کتب سیرت و مضامین سیرت سے مندرجہ ذیل اشیاء کے اسماء کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

1. عمامہ شریف کا نام سحاب تھا 2. دو پیالے لکڑی اور پتھر کے تھے ایک کا نام ریان اور دوسرے کا نام مضیب تھا۔ 3. آبخورہ تھا جس کا نام صادِر تھا۔ 4. خیمہ تھا جس کا نام رِکی تھا۔ 5. آئینہ تھا جس کا نام مُدِلہ تھا 6. قینچی تھی جس کا نام جامع تھا۔ 7. جوتی مبارکہ تھی جس کا نام ممشوق تھا۔ 8. ایک زمانہ میں آپ کے پاس دس گھوڑے تھے "سکب" نامی گھوڑے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد میں سوار تھے ایک گھوڑے کا نام لزاز تھا، جس کو شاہ اسکندریہ مقوقس نے ہدیۃً بھیجا تھا باقی گھوڑوں کے نام یہ ہیں: ظرب، ورد، ضریس، ملاوح، بحہ، بجر۔ 9. تین خچر تھے ایک کا نام دُلدل تھا حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نبوت کے بعد اسی پر پہلے پہل سوار ہوئے آپ کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے پاس رہا، دوسرے خچر کا نام فضہ تھا جس کو صدیقِ اکبرؓ نے ہدیہ کیا تھا۔ تیسرے کا نام اِیلیہ تھا شاہِ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔ 10. ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔ 11. سواری کی دو اونٹنیاں تھیں ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا، ہجرت کے وقت آپ قصواء پر سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔ 12. دو بکریاں خاص دودھ کے لیے تھیں ایک کا نام غوثہ اور دوسری کا نام یمن تھا۔ 13. ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا جس کا نام "منقول" تھا۔ 14. کل نو تلواریں تھیں۔ ذوالفقار نام کی تلوار غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی باقی تلواروں کے نام یہ تھے: قلعی، بتار، قسف، مخذم، رسوب، عضب، قضیب۔ 15. چار نیزے تھے ایک کا نام ان میں سے "شوے" تھا اور بیضاء نام کا ایک بڑا حربہ تھا (جو نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے)۔ 16. عرجون نام کی خمدار لاٹھی تھی، چار کمانیں تھیں ایک کا نام "کتوم" تھا 17. ترکش کا نام "کافور" اور ڈھال کا نام "زلوق" تھا۔ 18. ایک خود تھا اس کا نام "ذوالسبوع" تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اشیاء مبارکہ کے اسماء سے معلوم ہوا کہ چیزوں کا نام رکھنا سنت ہے۔ یوں تو متمول افراد شوق سے اپنے کتوں کے نام رکھتے ہیں اور یہ سنت کی پیروی میں نہیں بلکہ یورپ کی تقلید میں، ورنہ دوسری اشیاء کے نام بھی رکھتے بعض گھروں میں بکرا وغیرہ پالنے کا شوق ہوتا ہے اور ان کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں عموماً یہ بھی اتباعِ سنت کے بجائے شوقیہ ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور ان کے نام۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف زمانوں میں کل ملا کر ستائیس غلام تھے آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا تھا بلکہ غلاموں کی آزادی کی تحریک بھی آپ کے مشنِ نبوت کا ایک حصہ تھی آخری وقت میں جب کہ مرض الوفات میں تھے غشی طاری ہو جاتی تھی جب افاقہ ہوتا تو زبانِ مبارک پر صرف دو جملہ ہوتا تھا "الصلاۃ الصلاۃ، العبید العبید"۔ آپ کے غلاموں کے نام یہ تھے۔ زید بن حارثہؓ ان کو آپ نے اپنا منھ بولا بیٹا بنا لیا تھا اور زید بن محمد کہلاتے تھے پھر جب متبنّیٰ سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو اپنے والد حارثہ کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اسامہ بن زید، ثوبان، ابو کبشہ، انیسہ، شقران، رباح، یسار، ابورافع، ابو مویہبہ، فضالہ، رافع، مدعم، کرکرہ، زید جد ہلال، عبید، طہمان، نابور قبطی، واقد، ہشام، ابو ضمیر، ابو عسیب، ابو عبید، سفینہ، ابو ہند، انجشہ، ابو امامہ (رضی اللہ عنھم)

باندیاں

باندیوں کی تعداد دس تھی ان سب کو بھی آپ نے آزاد فرمادیا تھا ان کے نام درج ذیل ہیں۔ سلمہ، ام رافع، رضویٰ، اُمیمہ، ام ضمیر، ماریہ، سیرین، ام ایمن میمونہ، خضرہ، خویلہ رضی اللہ عنہن۔ سیرین کو آپ نے حضرت حسان بن ثابت کو تحفہ میں دے دیا تھا (یا کسی اور صحابی کو عطا فرمادیا تھا۔ خدام النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یوں تو فدا کارانِ رسول میں سے ہر پروانہ شمع رسالت پر قربان ہونے کو ہر دم تیار رہتا تھا اور کسی بھی ادنیٰ سی خدمت کی سعادت ملنے کو دنیا و مافیہا سے بڑی نعمت سمجھتا تھا۔ لیکن آپ دوسروں سے کام لینا پسند نہیں فرماتے تھے آپ کے اخلاق حسنہ میں سے تھا کہ اپنا کام خود کرتے تھے پھر بھی آپ کے ذاتی اور گھریلوں کاموں کو انجام دینے کے لیے کچھ خاص خدام تھے جن کی تعداد گیارہ تھی جن کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ (دس برس تک خادم خاص تھے) ہند بنت حارثہ، اسماء بنت حارثہ، ربیعہ بن کعب، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، بلال بن رباح، سعد، ذو مخمر (شاہ حبشہ کے بھتیجے) بکسر بن شداخ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ شاہانِ ممالک کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب و عجم کے شاہانِ ممالک اور سربراہان حکومت کے پیس دعوتی خطوط بھیجے تھے ان کو ایمان و توحید اختیار کر کے فلاح یاب ہونے کی دعوت دی تھی جن حضرات صحابہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ سفیرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے شہرت پائیں ان کے نام یہ ہیں۔ 1. عمرو بن امیہ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ 2. دحیہ کلبی کو قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا۔ 3. عبداللہ بن حذافہ کو کسرائے فارس کے پاس بھیجا 4. حاطب بن ابوبلتعہ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا 5. عمرو بن العاص کو شاہ عمان کے پاس بھیجا 6. سلیط بن عمرؓ کو یمامہ کے رئیس ہودہ بن علی کے پاس بھیجا۔ 7 شجاع بن وہبؓ کو شاہ بلقا کے پاس بھیجا 8. مہاجر بن امیہؓ کو حارث حمیری شاہِ حمیر کے پاس بھیجا 9. علاء بن حضرمی کو شاہ بحرین منذر بن ساوی کے پاس بھیجا 10. ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو اہل ایمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر روانہ فرمایا۔ کاتبین وحی رسالت: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ امی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی امتیاز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی ایک واضح دلیل ہے کہ ایک امی لقب رسول نے دنیائے انسانیت کو ایسا کلام دیا جس کی فصاحت و بلاغت اور لذت و حلاوت کے سامنے فصحائے عرب سرنگوں نظر آتے ہیں اور قیامت تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید کی آیات کریمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوتی تھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف صحابہ کرام سے ان کی کتابت کرواتے تھے کاتبین وحی کے اسماء حسب ذیل ہیں، نیز انھیں میں سے خطوط و فرامین لکھنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، اُبَی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید، حنظلہ بن ربیع، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنھم اجمعین جن کو خصوصیت حاصل تھی: حضرت زید بن حارثہ اور ان کے صاجترادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے حد درجہ پیار فرماتے تھے۔ جب زید بن حارثہ کہیں سفر سے واپس آتے تو فرطِ شوق سے لپک کر گلے لگاتے تھے حضرت اسامہ بن زید کی کسی بات کو رد نہیں کرتے تھے یہ حب الرسول سے مشہور تھے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ان سے سفارش کراتے تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ فرمایا سلمان منا اہل بیت کہ سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔ حضرت بلال اور حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم محبوبین مخصوصین میں شمار ہوتے تھے۔ ازواج مطہرات: وفات کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کل نو ازواج مطہرات تھیں۔ یہ بیویاں تھیں جن کے فضائل قرآن کریم میں آئے ہیں کہ تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ یٰنسآء النبی لستن کاحدٍ من النساء (سورہ احزاب) یہ حرم نبی ہیں ان کو دنیا کی تمام عورتوں میں خصوصی امتیاز و فضیلت حاصل ہے۔ 1 حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا ان سے قبلِ ہجرت نکاح فرمایا۔ 2. حضرت عائشہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہا ان سے بھی ہجرت سے قبل نکاح ہوا اور رخصتی مدینہ میں ایک ہجری میں ہوئی۔ 3. حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۳ھ میں نکاح فرمائی۔ 4. حضرت ام سلمہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۴ھ میں نکاح فرمایا۔ 5. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان سے ۵ھ میں نکاح فرمایا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ 6. حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ان سے ۶ھ میں نکاح فرمایا اور خلوت ۷ھ میں ہوئی 7. حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ان سے ۶ھ میں نکاح فرمایا۔ 8. حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا۔ 9. حضرت صفیہ بنت حی بنت اخطب رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا یہ یہودی سردار کی صاجترادی تھیں۔ 10. حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ نے سب سے پہلے انھیں کی خواہش و پیغام پر نکاح کیا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی اور وہ بیوہ چالیس سال کی باعزت مالدار خاتون تھیں آپ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے انھیں کے بطن سے ہیں یہ ہجرت سے قبل وفات پا گئیں تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت قدر فرماتے تھے ہمیشہ یاد کرتے رہے۔

11حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہاان سے ۳ھ میں نکاح فرمایا مگر دو یا تین ماہ کے بعد یہ وفات پا گئیں۔ اولاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم. آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں. حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا پہلے رقیہ رضی اللہ عنہا سے ان کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا۔ انھیں صاحبزادی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب چلا ہے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انھیں کے بطن سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے ہیں۔ حضرت عبد اللہ جن کا لقب طاہر اور طیب ہے اور حضرت قاسم یہ دونوں صاحبزادے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ ہجرت سے قبل مکہ میں وفات پائے حضرت قاسم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ دو تین سال کے بعد وفات پائے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک جھلک ہے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسلمان نمونہ کامل بنانے پر قادر نہیں ہو گا آپ جہاں داعی برحق ہیں تو وہیں انسانِ کامل بھی ہیں۔ آپ شوہر بھی ہیں آپ باپ بھی ہیں آپ خسر بھی ہیں آپ داماد بھی ہیں آپ تاجر بھی ہیں آپ قائد بھی ہیں۔ آپ سپہ سالار بھی ہیں آپ مظلوم بھی ہیں، آپ مہاجر بھی ہیں آپ نے زخم بھی کھائے آپ نے مشقت بھی جھیلی آپ نے بھوک بھی برداشت کی آپ نے بکریاں بھی چرائیں آپ نے سیادت بھی فرمائی۔ آپ نے معاملات بھی کیے آپ نے لین دین بھی فرمایا۔ آپ نے قرض بھی لیا، آپ نے ایک انسان کی حیثیت سے معاشرہ کا ہر وہ کام کیا جو ایک انسان فطری طور پر کرتا ہے۔ اس لیے آپ کو نمونہ بنائے بغیر نہ کوئی کامیاب باپ، شوہر، خسر، داماد، تاجر و سپہ سالار بن سکتا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی کماحقہ اپنی طاقت بھر اطاعت و عبادت کر سکتا ہے آپ کی سیرت طیبہ حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

آثار نبوی کی اہمیت اور اسکے احکام

مفتی اصغر علی قاسمی
پرنسپل علی پبلک اسکول، چکمنگلور

آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت

تبرکات کی اہمیت پر قرآن وحدیث اور اقوال انبیاء میں ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکت مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینت مقام ابراہیم (آل عمران) اس آیت میں جہاں پر بیت اللہ کے مبارک اور مرکز ہدایت ہونے کا تذکرہ ہے وہیں پر مقام ابراہیم کا بھی ذکر ہے۔ اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر یہ بناء کعبہ کا کام کرتے تھے۔ یہ پتھر از خود ضرورت کے مطابق بلند ہو جاتا تھا۔ دیوار چڑھانے کے لئے، پھر وہی خود بخود چھوٹا ہو جاتا تھا۔ ابرہیم علیہ السلام کے قدموں کے نیچے والا حصہ نرم ہو جاتا تھا۔ جس سے قدموں کے نشان اس میں بیٹھ گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کے فارغ ہوتے ہی وہ نرم حصہ دوبارہ سخت ہو گیا اور ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات اس میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے۔ کعبہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس مقام کے پاس مستقل دو رکعت نماز طواف پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس پتھر کی وجہ سے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے اس میں برکت آگئی اور یہ پتھر ابراہیم علیہ السلام کے آثار مبارک میں سے ہے۔

تابوت سکینہ

تابوت سکینہ جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کافروں پر ہمیشہ فتح پاتے رہے اس تابوت سکینہ میں کیا تھا، اس میں حضرت موسی وھارون" کے تبرکات تھے۔ حضرت موسی کا عصاء اور نعلین اور ھارون کا عمامہ وغیرہ تھا۔ چونکہ انبیاء کی چیزیں اس میں موجود تھیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے اس صندوق کو مبارک بنا دیا۔ اس تابوت کا تذکرہ قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں موجود ہے۔ بنی اسرائیل اس سے تبرک حاصل کرتے تھے، اور جس جنگ میں بھی اپنے ساتھ لے جاتے، اللہ تعالی اس مبارک صندوق کی بدولت انکو فتح عطا کرتا تھا۔ الغرض انبیاء کرام کی چھوڑی ہوئی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا قدیم معمول ہے۔ سیرت پاک کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں تبرکات نبی ﷺ کی سب سے زیادہ مستند فہرست حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب سید المرسلین کے صفحہ نمبر 80 میں لکھی ہے۔)

1۔ دو یمنی چادریں، ایک عمانی ازار دو عدد صحاری کپڑے ایک صحاری اور سحولی قمیص، ایک یمنی جبہ، ایک منقش چادر تین یا چار عدد چھوٹی دیوار والی ٹوپیاں، ایک رنگ دار لحاف۔ 2 آنحضرت ﷺ کے پاس چمڑے کا ایک تھیلا بھی تھا۔ جس میں کنگھی، سرمہ دان اور مسواک رکھا کرتے تھے۔ 3 سرور عالم ﷺ کا بچھونا چمڑے کا تھا اس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ 4 آنحضرت ﷺ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس پر مضبوطی کے لئے تین جگہ چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ کانچ کا ایک برتن مہندی وغیرہ کے استعمال کے لئے تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک میں حرارت محسوس کرتے تو حنا استعمال کرتے تھے۔ 5۔ آپ ﷺ کے پاس بلور کا ایک پیالہ، ایک ڈول غسل کے لئے، ایک اور بڑا پیالہ اور ایک پتھر کا برتن بھی تھا۔ 6 صدقہ فطر ناپنے کے لئے ایک پیمانہ بھی تھا اس کا وزن 58.5 تولہ تھا۔ 7 چاندی کی انگھوٹی بھی تھی اس میں نگینہ بھی چاندی کا ہی تھا اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا۔

8 شاہ نجاشی نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو جوڑے موزے بھیجے اور آپ ﷺ نے اس کو استعمال بھی فرمایا۔

9 آنحضرت ﷺ کے کمبل اور عمامہ کا رنگ سیاہ تھا۔

10 عام استعمال کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے حضور ﷺ کے پاس ایسے بھی تھے، جنہیں خاص طور پر جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے۔ دوسری کتابوں کی بعض روایات کے مطابق حضور ﷺ کے کچھ ہتھیار مثلا زرہ کمانیں، تیر اور ڈھال اور تلوار وغیرہ جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تھیں وہ بھی ترکے میں شامل تھیں یہ ترکہ ہے سرکار دو عالم ﷺ کا۔ چونکہ اس میں وراثت نہ تھی بلکہ عوام الناس کی ملکیت تھی۔ بعض احادیث میں چند چیزوں کے مسجد نبوی میں کسی جگہ دفن کر دینے کی روایات ملتی ہیں۔ اور یہ تدفین آثار آپ ﷺ کی وفات کے ایک عرصہ بعد ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور اکرم ﷺ سے کچھ علاقہ ہو، حضور صلی اکرم کی طرف منسوب ہو یا حضور اکرم ﷺ نے اسے چھوا ہو یا حضور اکرم ﷺ کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو ان سب کی تعظیم کی جائے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے نمائندہ عروہ اصحاب رسول کو نہایت غور سے دیکھ کر یہ تبصرہ کیا

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے نمائندہ عروہ اصحاب رسول کو نہایت غور سے دیکھ کر یہ تبصرہ کیا۔
نبی جب تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک زمین پر نہیں گرتا بلکہ کسی صحابی کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے، اور وہ اس تھوک کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتے اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو صحابہ کرام وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، بلکہ اس پر لپک پڑتے ہیں، اور جب صحابہ کرام نبی ﷺ کے آگے بولتے ہیں تو نہایت پست آواز میں بولتے ہیں۔ عظمت و تکریم کی خاطر آپ ﷺ نام سے نظریں نہیں ملاتے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم ﷺ کے وضو کا پانی لے کر نکلے تو کوئی اس پانی کو لے رہا ہے۔ اور کوئی دوسرے سے برتری حاصل کر کے مل رہا ہے، سہیل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اکرم ﷺ کے ہاں آئیں وہ اپنے ساتھ ایک خوبصورت نقش والی
چادرہ لائی تھی، وہ کہنے لگی کہ کیا آپ اس کو پہنا پسند فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمالیا۔ ایسا لگتا تھا کہ آپ ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی پھر آپ ﷺ نے اس کو اوڑھ بھی لیا۔ ایک صحابی نے کہا کہ یہ چادر بہت خوبصورت ہے، یہ آپ مجھ کو دے دیں۔ آپ ﷺ نے وہ چادر اس صحابی کو دے دیا، صحابہ کرام نے اس صحابی کو ملامت کیا کہ تم نے کیوں مانگا، کیونکہ آپ ﷺ سے جب بھی کوئی شئے مانگی جائے تو آپ ﷺ اس کو منع نہیں فرماتے، وہ صحابی کہنے لگے دراصل جب آپ ﷺ نے اسے پہن لیا تو اس کی بابرکت ہونے کے خیال سے مانگ لیا شاید یہ میرا کفن بن سکے۔ (بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ نام کا پسینہ مبارک:

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ حضرت انس جس کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے تھے، ان کے ہاں آرام فرماتے، اور بعض اوقات حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر پر بھی نہ ہوتیں، ایک موقعہ پر آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور بستر پر سو گئے، ام سلیم کو اطلاع دی گئی کہ تمہارے گھر آنحضور ﷺ آرام فرمارہے ہے ، وہ آئیں اور دیکھا کہ آپ ﷺ کو پسینہ آرہا ہے۔ اور چمڑے کے بستر کے ایک حصے پر پسینے کے قطرے جمع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک ڈبہ سالے آئیں اور اسی میں آپ ﷺ کے پسینے کے قطرات جمع کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے بیدار ہو کر پوچھا کہ ام سلیم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس مبارک پسینے کے قطروں میں ہم اپنے بچوں کے لئے برکت کے امیدوار ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے۔ اور آپ ﷺ قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو نیند آجاتی تو وہ آپ کا پسینہ اور گرے ہوئے بال جمع کر کے شیشی میں ڈال لیتیں اور پھر دوسری خوشبو میں ملالیتی تھیں۔ (مسلم)

* حضور ﷺ کے ناخن مبارک:

خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالک بھی اپنی یہ مشاہداتی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ناخن ترشوا کر غلاموں کو عطا فرماتے تھے۔

* سرخ رنگ کے بال مبارک :

ایک روایت میں مالک بن اسمعیل کہتے ہیں کہ ہمیں عثمان بن عبد اللہ بن موہب نے بیان کیا کہ میرے گھر والوں نے میرے ذریعے حضرت ام سلمہ ام المومنین کے ہاں پانی کا پیالہ بھیجا۔ اسمعیل نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے اپنی تین انگلیاں بند کر لیں یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ پیالہ چھوٹا سا تھا یا اس میں تھوڑا سا پانی تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بال رکھا ہوا تھا، تو جسے نظر لگ جاتی تھی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ ام سلمہ کے ہاں اپنا پانی کا برتن بھیج دیتے۔ اسمعیل کہتے ہیں کہ میں نے اس ڈبیہ میں دیکھا تو سرخ رنگ کے چند بال دکھائی دیتے (بخاری)

* آپ ﷺ کے بال مبارک : نبی کریم ﷺ نے حجام کو بلایا اور داہنی جانب کے بال منڈوانے کا حکم فرمایا، پھر ابو طلحہ انصاری کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو منڈوانے کا حکم فرمایا۔ اور وہ ابو طلحہ کو دئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ (رواہ الشیخین)

* خالد بن ولید اور موئے مبارک:

خالد بن ولید اسلام کے نامور سپہ سالار تھے، فتح و نصرت نے جن کے قدم ہمیشہ چومے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے چند موئے مبارک اپنی ٹوپی کے اندر سی لئے تھے اور انہیں اس بات کا پختہ یقین تھا کہ ان موئے مبارک کی برکت سے انہیں اللہ پاک ہمیشہ فتح سے نوازیں گے۔ اس لئے بے دھڑک لاکھوں کے لشکر سے ٹکرا جایا کرتے تھے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کو کبھی شکست نہ ہوئی۔ حضرت قاضی عیاض نے شفاء میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ رومیوں کے خلاف ایک جنگ میں ان کے سر سے وہ ٹوپی گر پڑی جس میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے، تو اس ٹوپی کو حاصل کرنے کے لئے دشمنوں کی افواج پر بجلی کی طرح گرج پڑے، اور مدمقابل کو گاجر، مولی کی طرح کاٹتے چلے گئے، ان کے ساتھیوں کو اس طرح قتال دیکھ کر تعجب ہوا کیونکہ بہت سارے مسلمان بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے، اس غیر معمولی شجاعت و بہادری کو دیکھ کر وجہ پوچھی تو خالد بن ولید نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ اس میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے ان کی وجہ سے کیا تھا۔ مبادا انکی برکت سے میں محروم رہ جاؤں اور یہ مبارک بال کافروں کے ہاتھ لگ جائیں۔ سیدنا معاویہ کے پاس بھی موئے مبارک تھے حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ یہ موئے مبارک انکے ساتھ قبر میں تبرکاً دفن کر دیئے جائیں اور وہ اپنی حیات میں ان موئے مبارک سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

* منبر نبوی ﷺ

قاضی عیاض شفاء میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر منبر نبوی پر نشست گاہ نبوی سے ہاتھ مس کر کے اپنی پیشانی کو ملتے تھے۔

* مدینہ منورہ کے ایک بزرگ کا واقعہ:

مدینہ منورہ کے ایک بزرگ سیدنا عبداللہ تھے ان کے پاس موئے مبارک تھے۔ 1634ء میں خلیفہ کی ناراضگی کی وجہ سے مدینہ چھوڑنا پڑا، اور وہ ان تبرکات کو لے کر مدینہ منورہ سے ہندوستان چلے آئے، اس وقت ہندوستان میں شاہ جہاں کی حکومت تھی۔ باشاہ نے آپ کی داستان سن کر آپ کو بیجا پور دکن میں جاگیر دیدی، ان کے انتقال کے بعد یہ تبرکات ان کے بیٹے سید حامد کی تحویل میں آ گئے۔ مگر وہ غربت زدہ تھے، غربت سے کافی پریشان رہتے تھے۔ سترھویں صدی کے اواخر میں کشمیری تاجر خواجہ نورالدین مشاوری سے اپنی مجبوری بیان کی خواجہ صاحب نے دل کھول کر حامد کی مدد کی۔ پھر خواجہ صاحب نے ان تبرکات کی زیارت کی پھر موئے مبارک کو حاصل کرنے کے لئے بے قرار رہنے لگے مگر سید حامد نے تبرکات دینے سے انکار کر دیا۔ اس دوران سید حامد کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تاجر کو مایوس نہ کرو یہ مقدس تبرکات تاجر کو دیدو۔ خواجہ صاحب موئے مبارک کو لے کر کشمیر جارہے تھے درمیان میں لاہور میں قیام کیا۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے خواجہ صاحب کو اپنے دربار میں طلب کیا اور تحقیق کے لئے اس موئے مبارک کو آگ پر پیش کیا۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا، دھوپ میں رکھا تو غیب سے ابر کے ٹکڑے نے ظاہر ہو کر اس پر سایہ کر دیا، درود پاک کے ورد کے ساتھ موئے مبارک میں جنبش شروع ہو گئی۔ پھر بادشاہ نے اس کو اجمیر بھجوا دیا۔ مگر اورنگزیب عالمگیر کے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خواجہ کا دل توڑا خواجہ کی وصیت پوری کرو چنانچہ اس کو ایک صندوق میں محفوظ کر کے کشمیر بھجوا دیا گیا۔ خواجہ نورالدین مشاوری کو مسجد کے باغ میں دفنایا گیا اس مسجد کا نام مسجد بل پڑ گیا۔ اس طرح ہندوستان کے متعدد جگہوں میں تبرکات پہنچے ہیں۔ (تبرکات نبوی ﷺ) اور جن کے پاس حقیقی تبرکات موجود ہیں ان کے پاس اس کی پوری سند بھی موجود ہے۔ آج بہت سارے ناعاقبت اندیش لوگوں نے آپ ﷺ کے تبرکات کا مذاق بنایا اس طور پر کہ ایسی چیزوں کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کرنے لگے، جن کا کچھ بھی تعلق آپ ﷺ کی ذات مبارک سے نہیں ہے۔

خوابوں کے متعلق اہم ہدایات

حافظ محمد ابراہیم صاحب نقشبندی

انسان کبھی نیند کی حالت میں بہت سی ایسی چیزیں دیکھتا ہے جو بیداری اور جاگنے کی حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ عرف عام میں اس کو خواب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خواب ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار کرنا ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے خود قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بیان کیے ہیں اسی طرح حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہے۔ حضور سید کائنات ﷺ نے فرمایا کہ: بشارتوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی، صحابہ کرام نے پوچھا کہ بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: "سچا خواب" (بخاری)

یعنی اہل ایمان کو خواب کے ذریعے مستقبل کے حالات یا مختلف قسم کے انکشافات خواب کے ذریعے ہوتے ہیں۔

اچھے خواب خوش خبری و بشارت ہیں۔ حضرت عبادہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ جو اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ترجمہ: "ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے۔"

اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ اچھے خواب ہیں جن کو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھا دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ 278) بعض اوقات خود اچھا خواب دیکھ لیتا ہے اور اُسے تسلی مل جاتی ہے، بعض اوقات کوئی اور اچھا نیک آدمی اُس کے بارے میں دیکھ لیتا ہے تو خواب مؤمن مرد اور مؤمن عورت دونوں کے حق میں بشارت ہے۔

خواب کی کئی قسمیں ہیں

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے سنا کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

پہلی قسم: ایک تو وہ جو نفس اور ذہن کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو سارا دن انسان سوچتا ہے، کر رہا ہے وہ رات کو نظر آگیا تو اسے لوگ خواب سمجھ لیتے ہیں۔ یہ خواب نہیں بلکہ خیالات ہیں۔

دوسری قسم: دوسرے جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے۔ بائیں طرف تھتکار دے تو ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تیسری قسم: وہ جو اللہ تعالی کی طرف سے ہوتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ اور یہ خواب نبوت کا 46واں حصہ ہے۔ اور اسے بھی صاحب خیر آدمی کے سامنے بیان کریں تاکہ وہ اچھی تعبیر بتائے اور اچھی بات بتائے۔ (ابو اسحٰق، سیرۃ جلد 7 صفحہ 407)۔ خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے متعلق یہ اہم بات یاد رکھنی چاہیے کہ خواب ہر عام و خاص شخص کو بیان نہ کیا کریں۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر ایک سے تعبیر پوچھتے ہیں، تو اس تعبیر کا اعتبار ہو گا جس سے سب سے پہلے پوچھا گیا ہو وہی تعبیر نافذ ہو جائے گی اور باقیوں کی پیچھے رہ جائے گی۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو پہلے تعبیر دے دیں اُسی کا اعتبار ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ 279) اسی لیے حکم ہے کہ خواب ہر ایک سے بیان نہ کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خواب کسی عالم اور خیر خواہ کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی خواب دیکھے تو حبیب کو بتائے یا لبیب کو بتائے۔ حبیب وہ جو آپ سے محبت کرنے والا ہے اور لبیب وہ جو دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ " خواب پرندے کے پاؤں پر ہوتا ہے جب تک اس (خواب یا اس کی تعبیر) کو بیان نہ کیا جائے، جب خواب دیکھنے والا (یا کوئی مؤمن) اس (خواب یا اس کی تعبیر) کو بیان کردے تو خواب واقع ہو جاتا ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ میری دانست میں آپ ﷺ نے یوں بھی فرمایا: خواب کسی عاقل و سمجھ دار یا محبت رکھنے والے کے سامنے ہی بیان کرو"۔ (ترمذی)

خواب جب تک کسی سے بیان نہ کیا جائے معلق رہتا ہے اور جب آپ کسی عام دوست سے بیان کر دیتے ہیں اور وہ تعبیر دے دیں چاہے غلط ہی کیوں نہ ہو تو وہ خواب اس کی تعبیر کے موافق واقع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے علماء نے فرمایا کہ اپنے مخلص دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی حسد، بغض رکھتا ہے تو ویسے آدمی کو خواب بیان نہ کرو کیونکہ وہ بُرا مطلب نکالے گا اور خواب کی تعبیر نافذ ہو جائے گی اور تمہارے ساتھ نقصان والا معاملہ ہو جائے گا۔ اگر کسی خیر خواہ سے بیان کرو گے تو وہ اچھی تعبیر دے گا اور تمہارے ساتھ معاملہ آسان ہو جائے گا۔

جب خواب میں اچھی بات دیکھیں تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کہے، اور اسے بیان کردے مگر اس سے ہی بیان کرے جس سے تعلقات اچھے ہوں، اور اگر برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں (اُلٹی) طرف تین مرتبہ تھتکار دے، اور کروٹ بدل دے، یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور تین مرتبہ یوں بھی کہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا.

ترجمہ: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے اور اس خواب کی برائی سے۔

اور برے خواب کو کسی سے ذکر نہ کرے۔ یہ سب عمل کرنے سے وہ خواب اسے کچھ ضرر نہ پہنچائے گا۔

خوابوں کے آداب میں سے یہ ہے کہ انسان جب اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور الحمد للہ پڑھے۔ اس کو بیان کرے۔ اس کی تعبیر کسی نیک اور خیر خواہ دوست سے نکلوائے یا لے۔

نبی ﷺ نے امی عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دیا کرو تو اچھی تعبیر دیا کرو، خواب کی تعبیر اس کے دینے والے کے موافق واقع ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری: 12/432)

اسی طرح خواب کی تعبیر بتانے والے کے لیے بھی ہدایت ہے کہ خواب کی تعبیر انسان کوشش کر کے اچھی سی اچھی دیا کرے۔ بلا وجہ کسی کو پریشان نہ کیا کرے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین

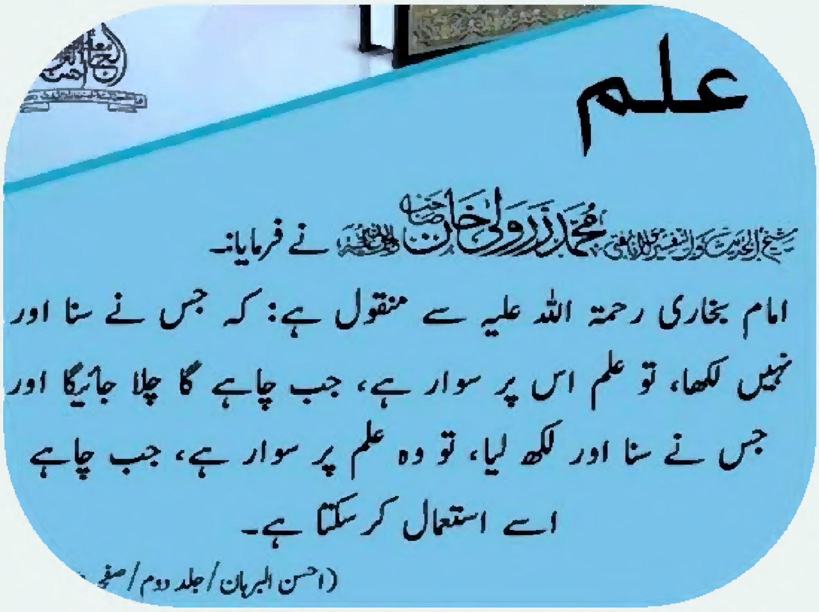

ایمان وعقائد سے متعلق وسوسوں کا حکم اور احتیاطی تدابیر

مفتی مبین الرحمٰن صاحب
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

ایمان وعقائد سے متعلق وسوسوں سے پریشان بھائیوں کی خدمت میں :

بعض لوگ ملاقات یا رابطہ کرکے نہایت ہی پریشانی کے عالم میں ڈرتے ڈرتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انھیں زبان پر لانے کے مقابلے میں موت زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے، بندہ ان کی پریشانی دیکھ کر دل میں بہت خوشی محسوس کرتا ہے اور ان کے ان ایمانی جذبات پر دل میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہے کہ الحمد للہ آج کے مسلمان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا گہرا تعلق ہے کہ دل میں ان کے لیے کسی بھی قسم کی معمولی سی نازیبا بات بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ دل وجان سے پیاری یہ ایمان کی متاعِ عزیز کسی بھی لمحے کھونا گوارہ نہیں کرسکتا، اللہ اکبر ! یہ یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے ! بندہ ایسے پریشان ہونے والے بھائیوں کو بہت مبارکباد دیتا ہے اور انھیں تسلی کے کلمات کہتے ہوئے حقیقت سمجھا دیتا ہے تو وہ مطمئن ہوکر بہت خوش ہوجاتے ہیں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند باتیں عرض کرنا مقصود ہے

ایمان وعقائد سے متعلق وسوسوں کا حکم :

جب ایک شخص مسلمان ہو، اس کے دل میں ایمان ہو اور اس کے عقائد بھی درست ہوں تو پھر اس کے بعد اس کے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی بلا اختیار ایمان اور عقائد کے خلاف جتنے بھی سنگین وسوسے آئیں، خواہ وہ کفر کے بارے میں ہوں، اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول یا فرشتوں کے خلاف ہوں، قبر وحشر یا جنت وجہنم کے خلاف ہوں، اسی طرح قرآن، نماز یا دیگر ایمانی عقائد کے خلاف ہوں، اور وہ شخص ان وسوسوں کو بُرا بھی سمجھ رہا ہو، ان کی وجہ سے بہت ہی پریشان ہو اور یہی چاہتا ہو کہ یہ وسوسے کسی صورت میں نہیں آنے چاہییے، تو ایسی صورت میں ان بُرے وسوسوں کی وجہ سے ہرگز پریشان نہیں ہونا چاہیے، ان وسوسوں کی وجہ سے ایمان اور عقائد پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ ایسے ناگوار وسوسوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو صریح ایمان کی بشارت دی اور فرمایا کہ : یہ تو صریح ایمان کی علامت ہے۔ اس لیے ایسے ناگوار اور پریشان کن وسوسوں کے آنے پر خوش ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ الحمد للہ میرے دل میں ایمان ہے تبھی تو میں ان کو بُرا سمجھ رہا ہوں، اس لیے ایسے وسوسوں کے آنے پر پریشان ہونا بہت بڑی نعمت اور خوشی کی بات ہے، کیوں کہ جن لوگوں کو ایمان اور صحیح عقائد کی پروا نہیں ہوتی ان کو اول تو ایسے خیالات آتے بھی نہیں، لیکن اگر کبھی ایسے وسوسے آبھی جائیں تو ان کو اس سے پریشانی ہی نہیں ہوتی کیوں کہ جب ان کے دل میں ایمان اور صحیح عقائد کی اہمیت ہی نہیں ہے تو ان امور سے متعلق غلط وسوسوں کا آنا ان کے لیے ایک عام سی بات ہے کہ اگر ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہو بھی گئے تو ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔ معاذ اللہ۔ اور اسی طرح یہ بھی غور کرلینا چاہیے کہ مجھے الحمد للہ ایمان اور صحیح عقائد کی دولت میسر ہے تبھی تو ایسے وسوسے آتے ہیں، ورنہ تو جو لوگ ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہوتے ہیں ان کو شیطان ایسے وسوسے لاکر کبھی پریشان نہیں کرتا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر بلا اختیار یہ وسوسے آئیں تو یہ ایمان اور تقویٰ کے ہرگز خلاف نہیں۔ ایمان وعقائد کے وسوسوں سے تحفظ کے لیے احتیاطی تدابیر : اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان، ان سے کامل محبت اور ان کی کامل اطاعت ذریعہ نجات ہے، اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ اپنے ایمان اور عقائد کا تحفظ نہایت ہی ضروری ہے، اس لیے ذیل میں اسی تحفظ کو یقینی بنانے اور بے بنیاد وساوس سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں : 1۔ دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان، ان کے ساتھ کامل محبت اور ان کی اطاعت کا جذبہ تروتازہ رکھیں۔ 2۔ اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول، فرشتوں، قبر وحشر، جنت وجہنم، قرآن، نماز اور اسی طرح دیگر ایمانی عقائد سے متعلق دل میں آنے والے نازیبا اور بُرے وساوس کو ہرگز اہمیت اور توجہ نہ دیں، حتیٰ کہ ان کے بارے میں سوچنے کی بھی کوشش نہ کریں، بلکہ ان وساوس کو جھٹک کر کسی نیک یا جائز کام میں مشغول ہوجائیں۔ یاد رکھیے کہ ان وساوس کی طرف جتنی توجہ دی جائے یہ اتنے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ انسان کی زندگی اجیرن کردیتے ہیں۔ اس لیے ایسے وساوس کا اصل حل اور علاج یہی ہے کہ ان کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ دی جائے اور انھیں ذرہ سی بھی اہمیت نہ دی جائے کیوں کہ ایسے غیر اختیاری پریشان کن وساوس کا کوئی بھی نقصان نہیں، بلکہ یوں تصور کیا جائے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ 3۔ مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی مجالس اور صحبتوں سے جڑے رہیں۔ 4۔ ملحدین، متجددین، گمراہ اور دین بیزار لوگوں کی صحبت، کتابوں، بیانات، مضامین، یوٹیوب چینلز، فیس بک پیجز اور گروپس اور واٹس ایپ گروپس اور دیگر ذرائع ابلاغ سے بالکلیہ دور رہیں، ورنہ تو تشکیک اور وساوس کی وادی پرخار میں بھٹکتے رہ جائیں گے جس کا انجام سراسر خسارہ ہے ! 5۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات مبارکہ پر بننے والی ہر قسم کی ویڈیو فلم سے بالکلیہ اجتناب کریں۔ 6- اللہ تعالیٰ اور ان کے تمام پیغمبروں کی عظمت، احترام اور ادب ایک مسلمہ حقیقت ہے، اس لیے ان سے متعلق یا دیگر ایمانی عقائد سے متعلق کوئی غلط بات دیکھنے یا سننے کو ملے تو ان سے ذرہ برابر بھی اثر نہ لیں، بلکہ دفاعی راستہ اختیار کرتے ہوئے اس معاملے کے لیے مستند اہلِ علم سے رجوع کریں۔

تسلی اور بشارت پر مشتمل چند احادیث مبارکہ :

ذیل میں ذکر کی جانے والی احادیث مبارکہ ایسے وساوس سے پریشان حضرات کے لیے یقیناً بہت بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث ہیں :

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانا نہایت ہی ناگوار گزرتا ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟" تو صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں ! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ : " یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے

صحیح مسلم میں ہے :

۳۵۷- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟» قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ».

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے دل میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے کے مقابلے میں آسمان سے گرنا مجھے زیادہ پسند ہے ! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ : " یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے !

. مسند احمد میں ہے:

۹۱۵۶ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُحَدِّثُ نَفْسِي بِالْحَدِيثِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ».

3۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کے بدلے ہمیں پوری دنیا بھی مل جائے تب بھی ان کو زبان پر لانا ہمیں گوارہ نہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : " کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟ تو صحابہ کرام نے جواب دیا کہ جی ہاں ! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ : " یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے !"

. صحیح ابن حبان میں ہے:

۱۴۵ - عن أبي هريرة قال: قال رجل: يا رسول الله إنا لنجد في أنفسنا أشياء ما نحب أن نتكلم بها وإن لنا ما طلعت عليه الشمس، فقال : قد وجدتم ذلك؟» قالوا: نعم، قال: «ذاك صريح الإيمان.

خلاصہ یہ کہ ایسے غیر اختیاری وساوس کا کوئی نقصان نہیں، اس لیے ان کی طرف ذرہ بھی توجہ نہیں دینی چاہیے، بلکہ انھیں بالکلیہ نظر انداز کر دینا چاہیے۔

(مابقیہ)
مسلمانوں کے دنیوی مصائب کے دینی اسباب

حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی صاحبؒ

جب مذکورہ بالا آیت (من یعمل سوءً یجزبہ) نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت گراں ثابت ہوئی، اور حد سے زیادہ ان کو تشویش میں اس آیت نے ڈال دیا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اس احساس کو جب ظاہر کیا، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدھے بنو اور نیکی سے قریب ہونے کی کوشش میں لگے رہو اور یقین کرو، کہ مسلمان پر جب کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے حتی کہ کانٹا بھی جو کوئی چبھ جاتا ہے، یا کوئی ٹھوکر لگتی ہے، یہ کفارہ تمہارے گناہوں کا بن جاتی ہے۔

تغیر در منثور میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے صحیح مسلم کا بھی صحاح کی دوسری کتابوں مثلاً ترمذی و نسائی وغیرہ کے ساتھ حوالہ دیا ہے اسی کے ساتھ بخاری و مسلم کی وہ روایت بھی درج کی ہے جس میں ہے کہ

کسی مومن کو کوئی دکھ مورد، بیماری، غم والم، یا کسی قسم کا کوئی درد ہوتا ہے اس کے ذریعہ بھی اس کے گناہوں کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ یعنی وہی سزا جو کسی اور عالم میں ہونے والی ہوتی ہے وہ اسی دنیا میں ان مصائب کی شکل میں پوری ہوجاتی ہے اس باب میں کس حد تک مغفرت کا قانون سزاؤں کی تخفیف میں اثر انداز ہوتا ہے اس کا اندازہ ان روایتوں سے ہوتا ہے۔ جن میں ہے کہ اپنی چیز رکھ کر آدمی بھول جاتا ہے اور اس کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے فکری تکلیف میں اسے مبتلا ہونا پڑتا ہے یہ بھی اسی مجازاتی قانون کی تکمیل ہی کی ایک تخفیفی شکل ہوتی ہے یہ بھی ان ہی روایتوں میں ہے کہ کسی چونٹی کے کاٹ لینے سے یا دل کی دھڑکن سے پسینہ جو آجاتا ہے اس میں بھی مجازاۃ کا قانون اپنا حق پورا کرتا ہے، ابوہریرہ صحابی رضی اللہ تعالی عنہ سے ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیتے ہوئے در منثور میں نقل کیا ہے کہ مسلمان مرد یا عورت دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا ہوکہ بالآخر صفائی کے ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ماعلیہ من خطیہ (گناہ کا کوئی دھبہ ان میں باقی نہیں رہتا) بعض روایتوں میں "بے داغ چاندی اور سونے کے مصفاڈے" سے اس شخص کو تشبیہ دی گئی ہے، جو مجازاتی قانون کے عمل کو دنیاوی مصائب کی شکل میں بھگت کر پاک وصاف ہوجاتا ہے،

بہر حال جہنم سے اس شخص کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا جو نفاقاً نہیں بلکہ واقعۃً دائرہ اسلام میں داخل ہوچکا ہے جہنم سے وہ بیگانہ اور جہنم اس سے بیگانہ ہوجاتا ہے اگر یہ مانا جائے تو سورہ واللیل والی آیت اور معاذ بن جبیل و عتبان بن مالک والی صحیح حدیثوں کا کیا مطلب سمجھا جائے اور ان نصوص سے آخر کیا وجہ ہوگی کہ اس عقیدے کے پیدا کرنے سے لوگوں کو روکا جائے خصوصاً ابتداء اسلام میں بھی صحابہ کے شاگردوں یعنی تابعین میں سے محمد بن سیرین کے متعلق حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ سورہ واللیل کی مذکورہ بالا آیت کا مطلب وہ بھی بیان کرتے تھے کہ مسلمان خواہ عملاً کسی حال میں ہو جہنم کی سزا سے بری ہوجاتا ہے۔ اور آخر زمانے میں ہندوستان کے مشہور مجدد اسلام حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے مکتوب ۲۶۶ ج ا میں فرماتے ہیں کہ اہل کبائر کہ گناہاں ایشاں بمغفرت نہ آمدہ اند بہ توبہ یا شفاعت بالجرد عفوو احسان و نیز اں کبائر را بالام و محن دنیوی یا شدائد سکرات موت مکفر نہ ساختہ امید کہ در عذاب آنہا جمعے را بعذاب قبر کفایت کنند جمعے دیگر را باوجود مختہائے قبر یا اہوال قیامت و شدائد اں روزا کتفا فرمایند کبیرہ گناہوں کے مجرموں کے گناہ توبہ کی وجہ سے یا شفاعت با حق تعالی کی عام مہربانی و عفو و کرم کی وجہ سے نہ بخشے گئے، نیز ان کبیرہ گناہوں کا ازالہ دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے، یا سکرات موت کی تکلیفوں سے نہ ہوا ہو تو اس کی توقع ہے کہ بعضوں کے لئے عذاب قبر کی سزا کافی ہوگی اور بعضوں کے لئے عذاب قبر کے ساتھ قیامت کے دن کے مصائب اور سختیاں کافی ہوجائیں گی۔ سزا یا مجازاۃ کی ان مختلف شکلوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد آخر میں حضرت مجدد قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "از گناہاں باقی نگزارند کہ محتاج بعذاب نار گردند"۔ صفحہ نمبر ۳۲۸

جلد نمبر ا

جس کا حاصل یہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد خواہ کسی قسم کے کبیرہ اور بڑے بڑے اہم گناہوں میں کوئی مبتلا ہو، پھر بھی سزا پانے کے "عذاب نار" یعنی جہنم کی ضرورت اس مسلمان کے لئے باقی نہ رہے گی، بلکہ جہنم سے پہلے سزا کی مختلف منزلوں میں اپنے کئے کے خمیازوں کو وہ بھگت لے گا۔

محدث دہلوی حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں ایک مستقل باب قائم فرما کر اس پر بحث کی ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کے نتائج کا ظہور کن کن شکلوں میں ہوتا ہے، شاہ صاحب نے اس قسم کی قرآنی آیتوں کو نقل کر کے جن میں ارشاد ہوا ہے کہ "جو مصیبت بھی تم پر ٹوٹی، یہ خود تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے ہوا" یعنی ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم وغیرہ مشہور آیتوں میں اسی مضمون کو جو بیان کیا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب نے من یعمل سوء یجزبہ (جس نے جو برائی بھی کی اس کا بدلہ اسے دیا جائے گا) کو پیش کر کے ان ہی حدیثوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا بہ تفصیل ذکر گزر چکا آخر میں فرماتے ہیں کہ دنیاوی مصائب کے قالب میں ان سزاؤں کو بھگت لینے کے بعد بندہ اپنے گناہوں سے اتنا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے کثافتوں سے صاف و پاک ہو کر سونا بھٹی سے باہر نکل آتا ہے شاہ صاحب کے عربی الفاظ یہ ہیں کہ "ان العبد لیخرج من ذنوبہ کما یخرج النبر الاحمر من الکبیر" دنیاوی مصائب تو یہ کام کرتے رہتے ہیں باقی اسی کے ساتھ اگر توبہ و استغفار نماز و روزہ وغیرہ جیسے اعمال میں بھی اگر وہ مشغول رہا یعنی حسن اعمال سے گناہوں کے زہر کا ازالہ ہوتا ہے اور خبر دی گئی ہے کہ گناہوں کے کفارہ کا کام وہ دیتے ہیں ان کا اثر شاہ صاحب یہ بتاتے ہیں کہ "رفع البلاء تخفیفہ" میں ان سے مدد ملتی ہے بالفاظ دیگر یہی مطلب ہوا کہ رفع بلا کے سوا سزا کی سخت شکلوں کو نسبتا آسان اور کم تکلیف دہ سزاؤں کے قالب میں بھی اسی قسم کے اعمال بدلتے چلے جاتے ہیں

دیکھو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۲۵ جلد نمبر ا مطبوعہ مصر باب الجزاء علی الاعمال فی الدنیا

ایسی صورت میں بد کرداریوں کے نتائج ظاہر ہیں کہ جہنم سے ہٹ کر حشر و قبر میں بھی اگر کرنے والوں کے سامنے نہ آئے، تو من یعمل سوء یجزبہ کے مجازاۃ عام کے تحت مسلمانوں کو اسی دنیاوی زندگی کے مصائب و آرام ہی کی شکل میں اپنے اعمال کے خمیازوں کو بھگتنا پڑے گا، شاہ ولی اللہ نور اللہ نے یہ لکھ کر کہ امراض اور غم و حزن خوف وغیرہ کے قالب میں ان سزاؤں کا ظہور کبھی ہوتا ہے اور کبھی مسلمانوں کے مال و آل و اولاد کی تباہی کے رنگ میں کبھی خود اور انسانوں کو یا فرشتوں کو یا جانوروں کو الہام ہوتا ہے "یعنی تارۃ فی اہلہ ومالہ وربما الہم الناس والملائکۃ والبہائم اور برے برتاؤ کے ساتھ مسلمانوں کے آگے وہ نمایاں ہوتے ہیں۔ (باقی)

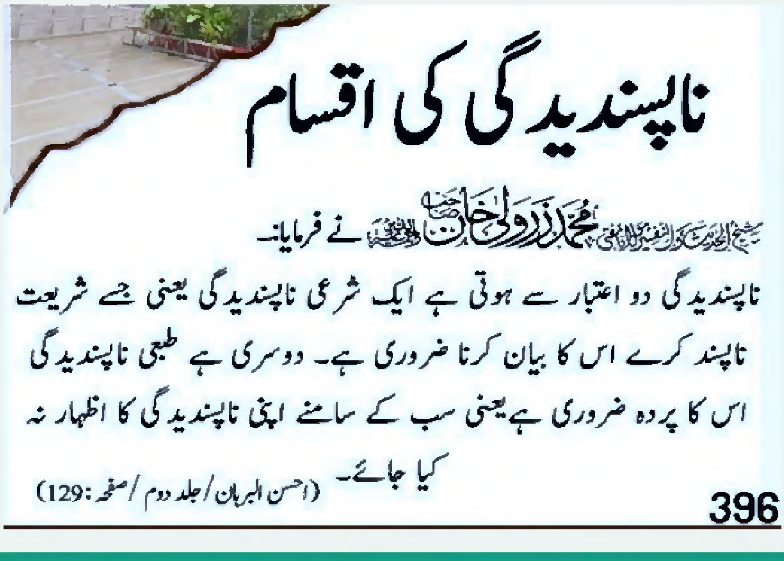

حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی طرز حکمرانی

ڈاکٹر محمد حاذق ندوی صاحب
مدیر دار الامور سرینگاپٹنم، میسور

کسی بھی ریاست کے قیام کے لئے کم از کم تین چیزیں درکار ہوتی ہیں: ۔ قطعہ زمین ۲۔ باشندے ۳۔ اقتدار اعلی۔

اگر کسی ریاست کو زمین میسر آجائے تو ضروری ہیں کہ وہ زرخیز اور ایجاد بھی ہو باشندے موجود بھی ہو تو ضروری ہیں کہ وہ اقتدار اعلی کے ذریعہ نفاذ کردہ قوانین کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں اور یہ بھی ضروری ہیں کہ اقتدار اعلی عین عوام کی مرضی کے مطابق ہو۔ حکمرانی کے قیام کے لئے بنجر زمینوں کو زرخیز بنانا پڑتا ہے۔ عوام، جو بھرے ہوئے ہاتھی کی طرح ہوتے ہیں انھیں سدھانا پڑتا ہے اور قانون کی بجا آوری کروانے والے افسروں کے منہ میں لگام ڈالنی پڑتی ہے۔ برے حکمراں بنجر زمینوں کو زرخیز بنانے کے لئے انسان کی خون اور لاشوں کو بجائے کھاد کے استعمال کرتے ہیں عوام کو سدھانے کے لئے عمل اور اخلاق کی بجائے تلوار کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے کروفر کو قائم رکھنے کے لئے ظالم عمال اور چاپلوس کا منہ موتیوں سے بھرتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر نہایت اطمینان سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے فخر قیادت حضرت فتح محمد الملقب بہ ٹیپو سلطان نے اپنے دور حکمرانی میں ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو انھیں برے حکمرانوں کی فہرست میں شامل کرواتا ہے۔ ان کی حکمرانی کی وسعت موجودہ کرناٹک کے۔ ۸۰ فیصد حصے کے علاوہ مہاراشٹر، آندھرا، تامل ناڈو اور موجودہ کیرالہ کے اکثر علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے کل ۷ اسال حکومت کی اور اپنی حکمرانی کا بڑا حصہ بے چین، اضطراب، جنگوں اور بیرونی حکمرانوں سے ملک کو خالی کروانے کی جد جہد میں گذرا۔ یہاں بڑے فخر کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ٹیپو سلطان برصغیر کا واحد حکمراں ہے، جس نے میدان میں انگریزوں سے دوبدو لڑتے ہوئے سینے پر زخم کھا کر جام شہادت نوش کیا، جس کا واحد مقصد فرنگیوں سے ملک کو خالی کروانا تھا، نہ کہ اپنے کسی لے پالک گری گدی نشین کروانے کی کوشش میں یا اپنی حکمرانی کو بچانے کی سعی میں مارا جاتا تھا۔ ٹیپو سلطان کی سلطنت مسلسل ۷ ا سال تک چو طرفہ حملوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ مسلسل جنگ سلطنت اور عوام دونوں پر بہت ہی خراب اثرات مرتب کرتی ہے، جنگ حکمرانوں کے مزاج کو چڑچڑا غصیلہ اور تحکم ریز بنا دیتی ہے۔ وہ سخت قوانین جاری کرتے ہیں۔ عجلت میں بے قصوروں کی بھی سخت سزائیں دینے سے گریز نہیں کرتے قانون کی بالادستی کو اور اپنی آمریت کو ہر حال میں جائز قرار دیتے ہیں۔ آج جبکہ ساری دنیا کے حکمراں، دہشت گردی کے خلاف ایک فرضی جنگ لڑ رہے ہیں دنیا کے تقریبا ہر ملک میں چاہے اس کا دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، ایک مخصوص فرقے کے خلاف ایک طرح کی غیر اعلان شدہ ایمرجنسی ہنگامی حالات جاری کر چکا ہے۔ انسان حقوق کا دم بھرنے والے ممالک patriot اور servent evidence اور pota جیسے سیاہ قانون مرتب کرنے والے کے لئے ظالم اور نام نہاد قانون دانوں کا سہارا لینے لگے ہیں۔ ٹیپو سلطان کا دور حکمرانی مسلسل جنگ کے بادلوں میں گھرا ہونے کے باوجود انھوں نے انسانیت دوستی حلم، بردباری، کے لئے ہندو صمذہب مسلمان اور مذہبی رواداری کی ایسی مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا تک ہر آنے والے حکمراں کے لئے نشان راہ بنی رہیں گی اسلئے یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آج بھی ٹیپو سلطان کا طرز حکمرانی اتنا ہی معنویت رکھتا ہے جتنا آج سے ۲۲۳ سال پہلے تھا، ان کے دشمن ہندو بھی تھے، مسلمان بھی تھے اور عیسائی بھی تھے لیکن انھوں نے اپنی ہندو مسلم اور عیسائی رعایا سے ان باتوں کا انتقام لینے کے لئے بھی کم نہیں کسی، اس کے برعکس ٹیپو سلطان نے آرمینا کے عیسائیوں کو اپنی مملکت میں آباد ہونے کی ترغیب دی، فرانس کے عیسائیوں سے سیاسی اور فوجی روابط استوار کیے اور بیرون ملک سمندری تجارت کے لئے عیسائیوں سے بھرپور تعاون لیا اور انھیں تعاون دیا۔ اور رعایا کے تعلق سے انکا تاریخی جملہ ہے جو محبت کے پھولوں میں رکھ کر تولے جانے کے قابل ہے: ۔ اپنی رعایا کے ساتھ لڑنا در اصل اپنے ساتھ لڑنا ہے، کیونکہ وہ ہماری ڈھالیں اور زرہ بکتر ہیں۔ وہ ہمیں اپنی طاقتوں سے، لال کرتے ہیں۔ حکمراں کو چاہیئے کہ وہ اپنی توانائی بیرونی دشمنوں سے نمٹنے کے لئے محفوظ رکھے۔"

حکومت کا وہ کون سا شعبہ تھا جسے ٹیپو سلطان نے نہایت چابک دستی سے بام عروج پر نہیں پہنچایا۔ اگر مجھ سے کوئی سوال کرے کہ حکومت سے کیا مراد ہے تو میرا جواب صرف ایک لفظ میں ہوگا تحفظ یعنی security۔ عوام ایک وقت بھوکی رہنا برداشت کر سکتی ہے لیکن ایک لمحے کے لئے بھی غیر محفوظ رہنا برداشت نہیں کر سکتی۔ مسلسل عدم تحفظ کے احساس کے نتیجہ میں ہی ملک میں انقلابات آتے ہیں۔ فساد ہوتے ہیں، امن و امان درہم برہم ہوتا ہے اور تحفظ کے مسائل مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی تحفظ کو متواتر رکھنے کے لئے ٹیپو سلطان نے ہر شعبہ حیات بہتر طریقہ سے درست کیا۔ وہ ۱۷۸۲ میں تخت نشین ہوئے اور ۱۷۸۹ میں فرانس میں انقلاب آیا اور وہاں جمہوری نظام قائم ہوا۔ ٹیپو سلطان نے فرانسیسیوں سے گہرے سیاسی اور عسکری مراسم تھے۔ کیونکہ فرانسیسی ہندوستان میں بھی اور یورپ میں بھی انگریزوں کے سیاسی حریف تھے چنانچہ دشمن کا دشمن دوست نے مصداق ٹیپو سلطان کو فرانسیسیوں کا تعاون انگریزوں کو کھدیڑنے کے لئے درکار تھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر ٹیپو سلطان نے فرانسیسیوں سے صرف میدان جنگ ہی میں رواداری نہیں برتی، وہ اپنے وقت سے بہت آگے تھے

۔اور مغربی ترقیات سے اٹھنے والی توزروشنیوں کو وہ اپنے ملک کی ترقی میں استعمال کرنے کے حق میں تھے۔ ٹیپو سلطان کی فوج میں فرانسیسی افسران کی موجودگی نے ان کے دربار کو انقلابی خیالات کا ہمنوا کر دیا تھا۔ جیکوبن کلب (jacobin club) جیسے انقلابی ادارے کی بنیاد سری رنگاپٹن میں ان کے دربار میں ایم ڈوم پارٹ کے توسط سے پڑ چکی تھی۔ یہ کلب آزادی، مساوات اور آپسی بھائی چارے میں زبردست یقین رکھتا تھا۔ اس کلب کے وہ ممبران میں سے خود ٹیپو سلطان ایک ممبر تھے، جبکہ ریپاؤڈ (ripau) نامی شخص اس کلب کا صدر تھا۔ اس کلب کی منمبری قبول کرتے وقت ٹیپو سلطان نے اعلان کیا تھا کہ میں تمہارے ملک نے قومی پرچم کو تسلیم کرتا ہوں، جو مجھے عزیز ہے اور جسکے ساتھ میں وابستہ ہوں۔ یہ پرچم ہمیشہ میرے ملک میں قدر کی نگاہوں سے دیکھاجاتا رہے گا جس طرح سے میری ہمشیرہ جمہوریت فرانس میں محترم ہے، یہی وہ خیالات تھے جن کی بناء پر نیپو نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عام شہری گردانا ہے اور ہر مرحلے پر رعایا کے خادم کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ ٹیپو سلطان نے بڑا اختراعی ذہن پایا تھا۔ آج سے دو سو سال پہلے انہوں نے بحری تجارت اور درآمدات و برآمدات کو فروغ دیا۔ مغربی ممالک سے بہترین اسلحہ جات نہ صرف یہ کہ برآمد کیے بلکہ اپنی مملکت میں اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے۔ ٹیپو نے اپنا کیلنڈر ترتیب دیا اور اپنا سکہ جاری کیا۔ فارسی ان کے دور کی وہ زبان تھی جسے ارتقائی مقام حاصل تھا لیکن وہ اپنی مملکت میں ہندو رعایا سے ان کی خط و کتابت کنڑ زبان میں ہی ہوا کرتی تھی۔ سرنگیری مٹھ نے سوامیوں کو ٹیپو سلطان نے لاتعداد مخلوط کنڑا زبان میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ لکھوائے تھے، ان میں ۳۰ سے زائد مخلوط آج بھی سرنگیری مٹھ کے شعبہ مخلوطات میں محفوظ ہیں۔ اس کام کے لئے ٹیپو دربار میں نرسیا اور سبارا و جیسے عمدہ کنڑا اخطار موجود تھے۔ اکثر محطوط پر ملک نامی وزیر کے دستخط ہیں جو سلطان کے ایماء پر کئے گئے ہیں۔ آج پوری ریاست کرناٹک اپنی سرسبزی و شادابی، صندل و ریشم کی صنعت کے لئے مشہور ہے۔ بنگلور شہر آج بھی ساری دنیا میں گارڈن سٹی کے طور پر مشہور ہے۔ ٹیپو نے ریشم کی صنعت صندل اور یوکلپس کے پیڑوں کی نگہداشت کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ جس دور میں سماجی جنگلات بانی کا تصور نہ تھا ٹیپو سلطان نے اس کے فروغ کے خصوصی احکامات و فرامین جاری کئے۔ عین میدان جنگ سے ریشم کے کیڑوں کی پرورش اور ریشم کے کیڑوں کو بنگال جنوبی چین اور مسکت سے منگوانے کے لئے پورے انتظامات کئے اور اپنے آدمی تربیت کے لئے بھجوائے اور بیرونی ممالک سے اس فن کے ماہرین کو بلوا کر صنعت کو فروغ دیا۔ اسی طرح اراضی قوانین کی اصلاح کی اور پہلی بار زیادہ فصل اگانے پر لگان میں چھوٹ، مالگزاروں پر وصولیابی کاموں کی نگہداشت اور بے جا سختیوں سے کسانوں کو آزاد کروانے کے لئے بلاشبہ ٹیپو سلطان اس ملک کا پہلا حکمراں ہے جس نے بالکل جدید طریقوں سے زرعی اصلاحات کی۔ ٹیپو سلطان کی برآمد کردہ ریشم کے کیڑوں کی نسل آج بھی کرناٹک میں موجود ہے۔ موجودہ دور کا فتنہ فرقہ واریت اور رشوت ستانی کا ہے۔ عوام اسلئے فرقہ پرست بنتی ہے کیونکہ حکمراں میں وسعت قلبی اور قوت برداشت کا فقدان ہوتا ہے۔ ان چیزوں کو ملک سے دور کرنے کیلئے حکمران کو وہ دوسرے مذاہب کے لئے دل میں جگہ بنانی پڑتی ہے اور انہیں وہی اکرام عطا کرنا پڑتا ہے جو حکمران نے اپنے مذہب کیلئے مختص ہے۔ پیشواؤں کے دور میں ۱۷۹۱ء میں میسور کی لڑائی کے دوران پرشورام بھاؤ کی قیادت میں جب مرہٹوں نے سرو گیری مٹھ کو لوٹ لیا، مندر کو سخت نقصان پہنچایا، یہاں تک کہ دیوی شاردہ کی مورتی تک اٹھالے گئے جس کے نتیجے میں مٹھ کے سوامی جی کو جنوبی کنڑا ضلع میں پناہ لینی پڑی، اس حادثہ کی اطلاع جب ٹیپو سلطان کو ہوئی تو سخت افسوس ہوا۔ مورتیوں کی بازیابی، دشمنوں کے قلع قمع مٹ سوامی جی اور مندر کے لئے تحف جات، پیشواؤں کی جانب سے ہرجانہ، علاقہ کے مستقل تحفظ کے لئے انتظامات میں سلطان نے جس پیمانے پر کئے اور کتنازر، کثیر صرف کیا، اس کی تفصیلات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہاں ہم جس وسعت قلبی اور آداب فرزندی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ٹیپو سلطان کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ وہ خط و کتابت کے دوران مہر نامے پر اپنا نام اوپر لکھا کرتے تھے لیکن منادر اور مذہبی پیشواؤں کو انہوں نے جتنے بھی خطوط لکھے اس میں اپنا نام شاہی اوپر لکھنے بجائے نیچے لکھوایا ہے اور اوپری حصہ میں مذہبی پیشواؤں کے نام نہایت بلند القاب و آداب کے ساتھ تحریر کروائے ہیں مثلاً عزت مآب میر نگیری شری سچید اتند سوامی گل، جنہیں سری پر ہم ہمنس کا اعزاز بخشا گیا ہے"۔ یہی طرز تخاطب دیگر مذہبی پیشو ہوں اور منادر کے مہنتوں کے تعلق سے بھی رائج ہے۔ آج کے دور کا دوسرا سب سے بڑا ناسور رشوت ستانی ہے۔ ٹیپو نے رشوت ستانی کے معاملہ میں چپراسیوں سے لیکر وزیروں تک کو نہیں بخشا۔ مرہٹوں اور حیدرآباد کی افواج کے ساتھ کامیاب مزاحمت کے بعد ۱۷۸۷ء کو ٹیپو سلطان کی جب سری رنگاپٹن واپسی ہوئی تو اسے پتہ چلا کہ دیوان حکومت میر صادق خزانے کی خورد برد میں مبتلاء ہے۔ سلطان نے فوری طور پر میر صادق کو اس عہدہ سے معزول کر کے اس کی جگہ مہدی علی خان نائط کو دیوان مقرر کر دیا۔

اسی طرح چپراسیوں، مالگذاروں اور اہلکاروں کی جانب سے وصول کی جانے والی رشوت کا بھی سلطان نے سختی سے قلعہ قمع کیا۔ عوام کی صحت کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ انہوں نے شراب، گانجہ، چرس اور افیون کاشت اور تجارت پر سخت پابندیاں عائد کیں، یہاں تک کہ درگاہوں اور خانقاہوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ اور وہاں کے گوشہ نشینوں اور نشہ بازوں کو تنبیہ کر دی گئی، شراب کی تجارت کرنے والوں کا ہاتھ قلم کر دینے تک کی سزا جاری کر دی گئی، چرس، گانجہ، افیون کی تجارت کرنے والوں پر بڑے بڑے جرمانے عائد کئے گئے۔ سلطان کے وزیر مال میر صادق نے جب خزانے میں اس تجارت سے جمع ہونے والے محصول کی کمی کی طرف سلطان کی توجہ دلائی تو سلطان نے میر صادق کو خط لکھ کر کہا کہ مجھے مال سے زیادہ عوام کی صحت عزیز ہے اور کہا کہ " کیا ہمارے خزانے کا نفع ہمیں اپنے باشندوں کی صحت اور اخلاق سے زیادہ عزیز ہے؟" سلطان نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے تمباکو نوشی کے 6 نقصان بتائے

(۱) قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔

(۲) ہونٹ اور زبان کالے پڑ جاتے ہیں۔

(۳) منہ میں سڑی بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

(۵) بینائی پر خراب اثر پڑتا ہے۔

(۶) جسمانی صحت پورے طور پر مجروح ہو جاتی ہے۔

اس لئے تمباکو کا کھانا، چبانا اور پینا ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ (حکم نامہ نمبر ۱۲) علامہ اقبال نے ٹیپو سلطان کی جانب سے وصیت کرتے ہوئے میسج دیا ہے کہ:

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

ہندوستان کے سابق صدر اے پی جے عبدالکلام متعدد مرتبہ اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ میزائل سازی کا فن میں نے بھارت کی قدیم کتابوں سے اخذ کیا ہے" جس میں انہوں نے سری رنگاپٹن کے سلطان کا نام بھی لیا ہے۔ ٹیپو سلطان نے جنگ لڑی بھی ہے اور فتح المجاہدین نامی اپنی کتاب میں جنگ لکھی بھی ہے۔ یہ دنیا کا پہلا حکمران ہے جس نے راکٹ کے ذریعہ جنگ لڑنے کا تصور پیش کیا سلطان نے بنگلور، منگلور، بدنور، چتر درگ، اور سری رنگاپٹن میں بڑے بڑے کارخانے قائم کئے، جہا معمولی قینچیوں سے لیکر بھاری ہتھیار سازی تک کا کام ہوتا تھا حیرت انگیز طور پر ان کارخانوں میں سلطان نے فرانس اور برطانیہ سے ماہر کاریگروں کو بلا کر انہیں ان کارخانوں میں مصروف کار کیا۔ موجودہ بھارت میں ٹیپو سلطان کی طرز حکمرانی relevent ہے یا نہیں؟ اس پہلو پر کھل کر بحث ہونی چاہئے۔ اگر اسکا جواب ہاں میں ہے تو ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ آئندہ آنے والی نسلوں تک اسے کس طرح پہنچایا جائے۔ اور درسی کتابوں کے مضامین میں اسے شامل کرنا چاہئے اور میڈیا کے ذریعہ اس طرز حکمرانی کو عام کرنا چاہئے۔

نجات المؤمنین {۳}

مولانا محمد علی مونگیریؒ

اس مقدس ذات کے ایسے عاشق اور مطیع ہو جاتے ہیں۔ کہ اسکی اطاعت پر مجبور ہیں، اس کے خلاف کا انہیں خطرہ بھی نہیں آتا مگر شاذ و نادر یہاں ہمکو خطرہ ہوتا ہے کہ ظاہری ایمان والے ہمارے برادر عجب نہیں کہ ہمارے بیان کو مہمل سمجھیں مگر ہم انھیں معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر کیفی کا وہی اقرار کرسکتا ہے جس پر وہ کیفیت گزری ہو یا انھیں سچا جانتا ہو۔ جن پہ یہ حالت گذرتی ہے۔ ایک مرتبہ وہ بھی ہے کہ دلیلوں سے ایمان کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ کسی وقت ایمان قوی ہو گیا اور کسی وقت ضعیف اور بعض وقت ندارد، کیونکہ مقابلہ کے وقت اگر مقابل ضعیف ہے اور یہ دلیل میں غالب آ گیا۔ تو ایمان قوی ہو گیا اور اگر کسی نے قوی شبہ کیا اور یہ کافی جواب نہ دے سکے تو ایمان ضعیف گیا اور اگر مقابل کا علم زبردست ہے تقریر یا تحریر میں بہت زیادہ ملکہ رکھتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ اپنی تقریر یا تحریر سے اسکے ایمان کو زیروزبر کردے اور ہوا کی طرح اُڑادے اب غور طلب یہ امر ہے کہ ایا کل مراتب ایمان پر نجات کا وعدہ ہے یا کوئی خاص مرتبہ مراد ہے یہ مسئلہ مشکل ہے۔ الفاظ احادیث کا مقتضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلی تصدیق کے بعد اسے نجات ہے اس کے بعد جس قدر تصدیق کے مراتب میں ترقی ہو گی اسی قدر مدارجِ جنت میں اسے ترقی ہوگی۔ واللہ اعلم

اب دوسری قسم کی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو توحید و رسالت کا اقرار کرے اور شرک سے باز رہے اُس پر آتش جہنم حرام ہے اس پر جہنم کا عذاب نہ ہو گا۔

۱۔ما من أحد یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار

(بخاري، مسلم، احمد، انس ابن مالک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رض کو تین مرتبہ آواز دی اور تینوں مرتبہ انھوں نے جواب دیا۔ تیسری مرتبہ حضور ص نے فرمایا کہ جو کوئی صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ اسے جہنم پر حرام کردیگا۔ یعنی وہ جہنم میں نہ جائیگا۔

۲۔ من شھد ان لا الہ الا اللہ صادقا من قلبہ ثم مات حرم اللہ تعالی لحمہ علی النار عن معاذ۔ جس نے سچے دل سے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں ہے اور پھر اسی پر مر گیا۔ اللہ تعالی اسکے گوشت کو جہنم پر حرام کردے گا۔ ۳۔انی لأعلم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ الا حرام اللہ علی النار وھي شھادۃ ان لا الہ الا اللہ، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، حاکم، عن عمر و عثمان۔ یقین کرلو کہ میں ایک کلمہ جانتا ہوں جو کوئی اُسے دل سے حق جانکر کہے گا۔ اللہ اُسے جہنم پر حرام کردے گا۔ یعنی جہنم کا عذاب اسپر نہ ہو گا۔ اور وہ کلمہ یہ ہے کہ اللہ کے معبود یکتا ہونے کی گواہی دینا۔

۴۔ من شھد ان لا الہ الا اللہ مخلصا علی ذلک حرمہ اللہ علی النار

طبرانی، دار قطنی، عن انس وعتبان۔ جس نے اخلاص کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی پر وہ مر گیا، اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کردے گا۔ ۵۔
ان اللہ قد حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ ینبغي بذلک وجہ اللہ بخاری و مسلم ۔ عن محمد بن الربیع وعتبان ابن مالک

اس میں شبہ نہیں کہ جس نے اللہ کی رضامندی کے لئے لا الہ الا اللہ کہا اس پر جہنم کی آگ اللہ نے حرام کردی۔ ان حدیثوں کا یہ مطلب کہنا کہ ہمیشہ کے لئے انھیں جہنم میں رہنا حرام ہے یہ غرض نہیں ہے کہ مطلقا وہ جہنم میں نہ جائیگا اگرچہ کیسا ہی گنہ گار ہو بلکہ یہ غرض ہے کہ اگر گناہ نہیں کیا یا گناہ کے بعد توبہ کرلی ہے تو اس پر جہنم کی آگ مطلقاً حرام ہے اور اگر گناہ کیا اور توبہ نہیں کی تو گناہوں کے سزا پانے کے بعد وہ جنت میں جائیگا۔ یہ مطلب علاوہ صریح الفاظ کے خلاف ہونے کے ذیل کی حدیثوں کے بالکل خلاف ہے

۱۔من شھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ مخلصا من قلبہ دخل الجنۃ ولم تمسہ النار (طبرانی، بیہقی، ابن خزیمہ۔ جس نے صدق دل سے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں وہ جنتی ہے اسکو آگ چھوئے گی نہیں۔ اس حدیث کے الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ جس نے اخلاص دلی سے اقرار توحید اور تصدیق رسالت کی وہ جہنم میں بالکل نہ جائے گا۔ جہنم کی آگ اُسے چھو نہیں جائے گی۔

۲۔ قال لی جبرئیل من مات من أمتک لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ ولم ید خل النار قلت وان زنی وان سرق قال نعم

بخاری (عن ابی ذر رض) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل نے مجھ سے کہا کہ تیری امت میں جو مرے اور شرک نکرتا ہو جنتی ہے۔ جہنم میں نہ جائیگا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔ چوری کی ہو یعنی فسق و فجور میں مبتلا ہوا ہو۔ ۳۔من کان آخر کلامہ ان لا الہ الا اللہ لم ید خل النار (طبرانی) (عن علی رض) جس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہو یعنی زبان سے یہ کلمہ کہے اور اگر زبان سے نہ کہا مگر دل میں اس کے اس کی تصدیق ہے کہ اللہ کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ وہ جہنم میں ۔

نہ جائیگا۔(۴) لا یشہد أحد ان لا إلہ الا اللہ وانی رسول اللہ فیدخل النار و یطعمہ

(مسلم) عتبان بن مالک رض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے معبود یکتا ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی گواہی دے اور جہنم میں جائے۔ یعنی جو اقرار توحید اور تصدیق رسالت کریگا وہ جہنم میں نہ جائیگا۔ ان چاروں حدیثوں میں نہایت صفائی سے بیان ہے کہ جو شرک نہ کرے۔ اور توحید و سالت کا مقر ہو وہ جہنم میں نہ جائے گا۔ اسے جہنم کی آگ چھو بھی نہ جائیگی اب اس میں تاویل کرنا ایسا ہے جیسا ہر ایک گروہ نصوص صریحہ میں تاویل کرکے اپنے موافق کرتا ہے۔ ذرا الفاظ حدیث میں غور کیا جائے۔ (۵) قال یا معاذ ہل تدری ما حق اللہ علی عبادہ و حق العباد علی اللہ قلت اللہ و رسولہ اعلم فان حق اللہ علی العباد ان یعبدہ ولا یشرکوہ شیئا و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئا۔ (بخاری۔ مسلم) معاذ ابن جبل رض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اے معاذ تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندی پر کیا ہے معاذ نے جواب دیا اللہ اور رسول زیادہ جانتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسکی عبادت کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو شرک نہ کرے۔ اللہ اس پر عذاب نہ کرے۔ (۶) من شہد ان لا الہ الا اللہ ان محمد رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار

(مسلم۔ ترمذی - احمد) عن عبادۃ جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ص اللہ کے رسول ہیں۔ جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ (۷) من شہد ان لا الہ الا اللہ حرمہ اللہ علی النار و اوجب لہ الجنۃ (احمد ابن حبان - ابن ابی شیبہ۔ طبرانی - عن سہیل ابن البیضاء)

جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ اس پر جہنم حرام کردے گا۔ اور بالضرور اُسے جنت میں لے جائیگا۔ جسوقت یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور اس حدیث کے جو راوی ہیں سہیل وہ آپ کے ہمراہ اونٹ پر سوار تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے تین مرتبہ آواز بلند سے حضرت سہیل کو پکارا ٹھہر ٹھہر کر جو صحابہ قریب ساتھ چل رہے تھے وہ آواز سنکر کھڑے

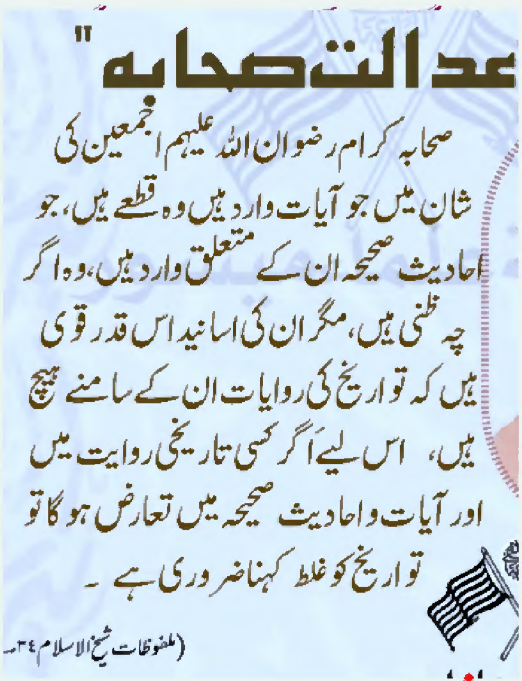
عدالت صحابہ"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں، وہ اگر چہ ظنی ہیں، مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں، اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تعارض ہو گا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔

(ملفوظات شیخ الاسلام ۳۴۔)

ملفوظ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب

مولانا الیاس ندوی بھٹکلی کی خدمت میں

مولانا سید ظہیر صاحب ٹپٹوری

استاذ تفسیر و ادب
دار العلوم صدیقیہ، میسور

"مسجدوْن و علماء میسور" تنظیم نے مشورہ میں یہ طے کیا تھا کہ 3 اکتوبر 2023ء کو پھر ایک بار مولانا الیاس ندوی مد ظلہ کی خدمت میں حاضری دینی ہے مشورہ کے مطابق ہمارا ۱۶ افراد پر مشتمل قافلہ میسور سے نکلا، صبح کا سہانا وقت تھا، سورج ابھی اپنے بانہیں پھیلا رہا تھا، قافلہ میں خاص کر قاضی میسور حضرت مولانا مفتی سید تاج الدین صاحب مد ظلہ تھے، ہمیں پہلے چکمگلور جانا تھا اور وہاں مسجدوْن کے تحت ہونے والی سرگرمیوں کے بارے میں چھوٹا سا مشاورتی پروگرام تھا؛

"مسجدوْن و علماء میسور" ایک نئی تنظیم ہے جو علماء میسور اور عمائدین میسور سے مرکب ہے، یہ بے لوث خدمت خلق کا جذبہ رکھنے والی ایک تنظیم ہے فی الوقت اس کے ہدف میں تین کام پیش نظر ہیں

(1) معیاری علاج معمولی فیس کے ساتھ، جس میں خاص کر ڈیلیوری 10،000 روپیوں میں کرنے کا نظم اور وہ بھی زنانہ ڈاکٹر کے ساتھ، تاکہ مسلم عورتیں غیر مرد کے سامنے اپنی چادر حیا کو داغدار کرنے پر مجبور نہ ہوں.

(2) معیاری تعلیم واجبی فیس پر، یعنی جو بچے عدم استطاعت کی وجہ سے اسکولی تعلیم سے بیٹھ گئے ہیں انہیں دوبارہ تعلیم کے ساتھ جوڑنا اور جس معیار کی تعلیم مالدار بچے حاصل کرتے ہیں اسی معیار کی تعلیم مختصر سی فیس سے دینا

(3) سنگے کے نام پر سودی قرضہ سے منسلک ہو جانے والی خواتین کی فکر کرتے ہوئے "مائکرو فائنانس" یعنی زیورات کی گروی کے ساتھ بلا سودی قرض حسنہ کا نظام.

اس تنظیم کی ایک سوچ یہ ہے کہ مذکورہ بالا کام مساجد کی زیر نگرانی ہو کہ مسجد صرف اوقات نماز میں کھل کر بند نہ ہو جائیں بل کہ ہر وقت اس کی خدمات چلتی رہیں اور ان تین کاموں میں جو مال کی ضرورت ہے اس کی بھرپائی بھی مساجد اپنے ذمہ لے کر ماہانہ ایک جمعہ کا چندہ اس کے لئے اکھٹا کریں، الحمد للہ کام شروع ہو چکا ہے.

انہیں سرگرمیوں کے متعلق جانکاری دینے اور اس کی ترغیب دینے کے لئے مختلف اضلاع کے اسفار ہو رہے تھے انہیں میں سے ایک سفر چکمگلور کا ہو رہا تھا جس میں مختلف علماء کرام مدعو تھے ہاسن ہوتے ہوئے چکمگلور پہنچتے پہنچتے 12 بج گئے تھے، علماء کرام سے سیر حاصل گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا کہ فی الوقت ایک مسلم گائنوکولوجسٹ عورت کا انتظام کر کے مسلم عورتوں کی شرم و حیا کا پاس و لحاظ رکھنا ہے اور یہ بھی کہ اس پر عمائدین اور سماجی کارکن حضرات کو متوجہ کرانا ہے اور اس کے لئے ایک مستقل اجلاس کی ضرورت ہے اگلے اجلاس میں یہ ممکن ہے، اگلے اجلاس کی تاریخ طے ہو گئی، اس وقت ایک خوش آئند بات یہ پیش آئی کہ مفتی سہیل صاحب خلیفہ فقیہ الامت رحمہ اللہ جو ہاسن (60 کلومیٹر دور) میں تھے جب انہیں پتہ چلا کہ ہم بھٹکل جا رہے ہیں تو سفر پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے چکمگلور پہنچ گئے اب ہم حضرت والا کے ساتھ سفر کا شرف حاصل کر رہے تھے، چکمگلور کے پروگرام کے بعد ظہر اور ظہرانہ سے فارغ ہو کر ہم نے چکمگلور کو الوداع کہا، چکمگلور ایک ایسا شہر ہے جہاں بار بار جانے اور دیر تک رہنے کو دل للچاتا ہے، کیوں نہ ہو جب کہ یہ شہر اپنے اندر ایک اچنبھی تاریخ رکھتا ہے، دادا حیات قلندر رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ علاقہ "کافی" کے سلسلہ میں کافی مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے "کافی" کی پیداوار یہیں سے شروع ہوئی، کافی کے دلکش باغات اور جاسمین کے مشابہ اس کے پھول اور وادیوں پر ان کا چڑھاؤ گویا پہاڑیاں سبز رنگ کی چادر اوڑھ باحیا دوشیزہ کا کردار پیش کر رہی ہیں، لب سڑک دو رویہ باغات کی سلامی اور ہواؤں کی خنکی روح کو تازگی دینے کے لئے کافی ہے، پہاڑوں کے خمدار سڑکوں پر دوڑتی ہوئی کار میں معتدل موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کا لطف لیتے ہوئے ہم بھٹکل کے راستہ پر نکل پڑے،

دوران سفر سڑک کنارے خوبصورت مساجد دعوت نماز دے رہی تھیں؛اس لئے جب بھی نماز کا وقت آیا مساجد تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوئی،یہ علاقہ چونکہ کیرلا کا پڑوس تھا اس لئے کیرلا کا ایک خاص اثر دیکھنے کو ملا کہ ہر مسجد اپنی ماتحتی میں ایک اسکول اور مکتب کا نظام سنبھال رہی ہے،پاکی صفائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور گاڑیوں کی پارکنگ کا بھی مناسب نظام ہے،عصر تک تو کار فراٹے بھر رہی تھی مگر عصر کے بعد پہاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا چونکہ ہم کرناٹک کی اونچی سطح سے سمندر والی نچلی سطح کی جانب سفر کر رہے تھے اور پہاڑیوں کے دامن میں چل رہے تھے،داہنی جانب کھائیاں تھیں جن کی گہرائی تک نگاہ کی رسائی مشکل تھی،اس لئے احتیاط کی ضرورت تھی،ہلکی سی چوک بھی ان گہری کھائیوں میں ہمیں گم کرنے کے لئے کافی تھی،چلتے چلتے ہم عشاء اور عشائیہ کے وقت پر بھٹکل کی سب سے بڑی ملیہ مسجد کے پاس واقع بلال فنکشن ہال پہنچ گئے،پہلے مسجد پہنچ کر عشاء سے فارغ ہو گئے پھر فنکشن ہال کی جانب چل پڑے، ہال میں کافی تعداد میں نوجوان علماء کرام موجود تھے جو "مولانا الیاس ندوی بھٹکلی مد ظلہ کی دعوت پر جمع تھے،اس اجتماع کا مقصد علماء کرام کو دینی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ خود کفیل بنانے کی مختلف شکلوں پر غور کرنا تھا،چونکہ اس وقت ایک المیہ یہ چل رہا ہے کہ انبیاء کے وارثین جو امت کی رہنمائی کی خاطر دنیا کو چھوڑ اس راستہ پر لگ گئے،جن کی صبح شام کی یہی فکر ہے کہ قوم اور قوم کے نونہال کس طرح علم دین سے وابستہ ہو جائیں،چاہے وہ کسی مدرسہ کے مدرس ہوں یا کسی مسجد کے امام یا خطیب؛قوم نے ان کی دنیا کا جو خیال رکھنا تھا وہ نہیں رکھا،اپنے معمولی نوکروں کے برابر ان کی تنخواہیں رکھیں نیز جب تک جی حضوری جاری رہی رکھا پھر ذرا سی اونچ نیچ کیا ہوئی کہ مسجد سے ایسے بے دخل کر دیا کہ یہ کسی لائق نہیں،نہ ان کے علم و عمل کا پاس ہے نہ ان کی خدمت کا لحاظ ہے،اس طرح طبقہ علماء اپنی فکری بلندیوں اور جذبہ خدمت کے باوجود کبھی ادھر کبھی اُدھر دربدر پھرتے رہیں یہ ان کے لائق نہیں ہے،اس وقت علماء میں استغناء کی ضرورت ہے،جو قوم کے اس طرح کے بے غیرت لوگوں کو یہ باور کرائے کہ تمہارے نمک کے ہم محتاج نہیں کہ بے محل تمہاری نمک حلالی کرتے رہیں،ہزار بار تم جیسوں کی نمک حرامی ہم کو منظور ہے مگر قومی خدمت اور صحیح رہنمائی میں کبھی ہم سمجھوتہ نہیں کر سکتے،غرض اسی موضوع پر سوچنے کے لئے مولانا الیاس صاحب ندوی بھٹکلی مد ظلہ کی قیادت میں یہ علماء کا یہ چنیدہ طبقہ یہاں جمع تھا،اسی ہال میں عشائیہ کا نظم تھا،پر تکلف عشائیہ سے بے تکلف فارغ ہو کر ہم بھی اس اجلاس میں اپنی اپنی بیٹھکیں سنبھال لیں،قرات اور نعت کے بعد مفتی سبیل صاحب مد ظلہ نے اسی موضوع پر مختصر گفتگو فرمایا جس میں ایک اہم نکتہ کی جانب توجہ دلائی کہ تجارت کو اسی حد تک رکھیں کہ ہم اپنی شناخت کو باقی رکھ سکیں پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ گوش گذار فرمایا کہ "دنیا دار دین کی طرف آئے یہ خوش آئند بات ہے اور دیندار دنیا کی طرف چلا جائے یہ دکھ کی بات ہے" تو ہمیں دنیا بھی کمانا ہے مگر ہمیں اسی میں منہمک نہیں ہو جانا ہے،ارادہ تو تھا کہ اجلاس کے اخیر تک بیٹھیں مگر اجلاس کی زبان مقامی تھی "زبان یار من ترکی و من ترکی ندانم "کے خیال سے ہم بیٹھ نہیں سکے،سفر کی تھکان بھی بیٹھنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی؛جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مہمان خانہ پہنچ گئے جہاں ہمارے آرام کا نظم تھا،چونکہ سویرے مولانا الیاس صاحب سے اصل گفتگو ہونی تھی اس لئے ہم لوگ اپنی اپنی آرام گاہ کو پہنچ گئے۔

فجر کے بعد جامعہ کے کنڑوا انگریزی کے ماسٹر صاحب اور ایک نگران استاذ صاحب سے ملاقات ہوئی اور جامعہ کے تعلق سے کافی معلومات حاصل ہوئیں من جملہ ان کے وہاں کا دارالمطالعہ تھا، ایک دارالمطالعہ ثانویہ کے طلبہ کے لئے تھا جس میں ان کے ذہن اور ذوق کے مطابق کتابیں ترتیب دی گئی تھیں، جہاں عربی میں قصے اور کہانیوں کی کتابیں تھیں جن پر دیدہ زیب رنگین سرورق تھے جن میں چھوٹے بچوں کی نفسیات کا لحاظ رکھا گیا تھا، جب کہ دوسرا دارالمطالعہ بڑے طلبہ کے ذوق کے مطابق عربی شروحات اور تاریخ وغیرہ کی دوسری بڑی بڑی کتابوں پر مشتمل تھا، طلبہ کے درمیان تقابل ہوتا ہے کہ درسیات کے علاوہ ایک مہینہ میں کون کتنے صفحات پڑھتا ہے، استاذ صاحب نے بتایا کہ ابھی قریب کی بات ہے کہ ایک طالب علم نے ایک مہینہ میں دس ہزار صفحات کا مطالعہ کرنے کی مثال قائم کر کے انعام حاصل کیا ہے، اس کی باقاعدہ جانچ ہوتی ہے اور ایک ٹسٹ بھی لیا جاتا ہے جس کا مقصود یہ پتہ لگانا ہوتا ہے کہ مطالعہ کتنا مضبوط ہے، غرض کئی ایکڑ پر مشتمل یہ جامعہ اپنی مثال آپ ہے۔

یہاں مولانا الیاس صاحب کی موجودگی سے طالبین علوم نبوت کا کافی فائدہ جڑا ہوا ہے، کیونکہ مولانا کی شخصیت حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی تربیت یافتہ ہے، مولانا داعی بھی ہیں اور مصنف وماہر تعلیم بھی، غیر مسلموں تک توحید ورسالت کا پیغام پہونچانے کا خاص گر رکھتے ہیں، وہ کام کے انسان ہیں بیان بازی اور ایسے پر جوش جلسوں سے وہ بیزار ہیں جن کے بعد منتظمین بستر ڈال لیتے ہیں نہ حرکت نہ کام، ان کا ضابطہ کار یہ ہے کہ کام چاہے جتنا مفید ہو شرعی اصول سے نہ ہٹنے پائے جہاں کہیں شریعت کے خلاف کوئی کام کرنا پڑے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو چاہے کام کتنا اونچا نظر آئے، جن کا خیال ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں کی نہیں بل کہ اسلامی اسکولوں کی ضرورت ہے، اور اسلامی اسکول صرف اس واسطے نہیں کہ ہم بچوں کو عصری تعلیم سے آراستہ کریں بل کہ اس واسطے کہ ہم اپنے بچوں کا ایمان محفوظ رکھ سکیں، یہی وجہ ہے کہ A for Apple کے بجائے A for Allah پڑھانے کو مفید سمجھا جاتا ہے، مولانا اس بات پر کافی زور دیتے ہیں کہ نرسری ہی سے غیر مخلوط تعلیم کا نظام شروع کر دیا جائے، اگر اسکول کی انتظامیہ غیر مخلوط تعلیم نہیں چلا سکتی تو اسکول چلانے کا اسے کوئی حق نہیں ہے، مولانا کی سرگرمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مسلم طلبہ طالبات کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کیا جائے، اس کے لئے وہ ایک سیرت پر مضمون نگاری مسابقہ غیر مسلم طلبہ وطالبات کے درمیان وقتاً فوقتاً قائم کرتے ہیں اور اونچی رقم انعام میں دیتے ہیں، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیم یافتگان کو سیرت کے موضوع پر مطالعہ کرانے کا موقع مل جاتا ہے اور ایک فائدہ یہ بھی محسوس کیا گیا کہ بعض بچیاں حلقہ بگوش اسلام ہو جاتی ہیں اور وہ انعام والی روم لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتی ہیں کہ ہمیں ہمارا انعام مل گیا وہ ہے "ایمان کی دولت" اور یہ بھی سنا گیا کہ وہ کہتی ہیں کہ انعام غیر مسلموں کو دیا جا رہا ہے اور ہم اس وقت غیر مسلم نہیں ہیں۔

نیز غیر مسلم عہدہ داروں اور معروف سیاسی شخصیتوں تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جانکاری اور آپ کی سیرت سے متعلق آگاہی پہونچانے کا ایک طریقہ کار مولانا الیاس صاحب نے یہ نکالا ہے کہ ان کے پاس سیرت کی معتبر کتاب پہونچائی جائے اور ان سے کہا جائے کہ چند سطروں پر مشتمل ایک تاثر آپ کو لکھنا ہے کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پایا اور اس کے مواد کے لئے سیرت کی کتاب پڑھ لیں پھر آپ کے تاثر کو ہم آپ کی فوٹو کے ساتھ طباعت کرائیں گے، اس طرح یہ سیاسی شخصیات وغیرہ جو بھی مواد دیتے ہیں اس کو ان کی تصویر کے ساتھ طباعت کرایا جاتا ہے، تو کئی لیڈروں کے تاثرات ایک ضخیم کتاب کی شکل میں جمع ہو جاتے ہیں، اس طرح ان تک ہم کسی نہ کسی بہانے سیرتی معلومات پہونچا دیتے ہیں، مولانا الیاس صاحب مد ظلہ کو دیکھ کر جسم کاہل میں روحانی کرنٹ دوڑنے لگتا ہے اور ساتھ رہنے تک ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی کام کے نہیں ہیں، اس وقت بھی ان کی چستی پھرتیلا پن لائق تحسین ہے، ہر ایک کی خبر گیری، چلتے چلتے سلام پیام، خیریت پوچھ لینا یہ سب ان کی صفات حسنہ ہیں، ایسی ایک ایک شخصیت ایک ایک ادارہ اور علاقہ میں پیدا ہو جائیں تو ہم جیسے کاہلوں کے لئے فرض کفایہ ہو جائے۔

ناشتہ کا وقت ہو چکا تھا اور دستر خوان بچھ چکا تھا بھٹکل کے روایتی ناشتے چنے گئے تھے، اب مولانا الیاس صاحب بھی دستر خوان پر ہمطعامی کا شرف بخش رہے تھے، ہوشیار لوگ اپنا وقت ضائع نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ ناشتہ کی مجلس بھی علمی گفتگو سے بھرپور رہی، اس دوران یہ بات آئی کہ ہمارے اکابر کو ہم نے صحیح سمجھا نہیں ہے، زمانہ قدیم میں اکابر نے نصاب تعلیم میں فارسی اس لئے داخل کیا تھا کہ اس وقت فارسی انگریزی کے قائم مقام تھی؛ کیونکہ وہ سرکاری زبان تھی اسی طرح منطق کو داخل نصاب اس لئے کیا گیا کہ وہ سائنس کے درجہ میں تھی، اس لئے آج کے نصاب میں انگریزی اور سائنس کو نصاب کا حصہ بنانا از حد ضروری ہے، اس واسطے نہیں کہ اس سے پیسے کمائیں گے بل کہ اس واسطے کہ مقابل کو اسلام سمجھانا اور اس کے اعتراضات کا جواب ترکی بہ ترکی دینا آسان ہو جس کے فقدان سے آج اسلام کے سلسلہ میں طرح طرح کے اشکال پیدا ہو رہے ہیں، ایک اہم بات یہ بھی آئی کہ ہم مالداروں کے بچوں کو مدرسہ کے قریب نہیں کرتے جس سے وہ مدرسہ سے دور ہی رہتے ہیں اور بڑے ہو کر دین بیزاری کے شکار ہو جاتے ہیں اور اکثر مالدار لوگ اپنے بچوں کو مدارس میں اس لئے داخل نہیں کرتے کہ وہاں زکوۃ کا مال کھلایا جاتا ہے جو مال کا میل ہے، اس کے لئے ایسا سسٹم بھی ہونی چاہئے کہ صرف عطیات یا فیس سے مدارس چلائے جائیں تو ایسے مدارس میں یہ مالدار بچے تعلیم حاصل کریں گے، نیز بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ رات ان کے گھر میں گذارے اس کے لئے غیر اقامتی نظام بھی رکھا جائے تا کہ ایسے بچے داخل ہو کر علم دین سے آراستہ ہو سکیں، الغرض اسی طرح کی پر لطف گفتگو کے ساتھ ناشتہ سے فراغت ہوئی، اس کے بعد مولانا الیاس صاحب کی ابوالحسن اکیڈمی کو دیکھنا تھا، حضرت علی میاں ندوی رحمہ اللہ سے والہانہ تعلق کا نتیجہ ہے کہ وہاں کی سڑک بھی علی میاں کی طرف منسوب ہے اور جگہ جگہ کسی نہ کسی طرح حضرت علی میاں رحمہ اللہ کی یاد آ ہی جاتی ہے، مولانا الیاس صاحب کی سادگی قابل دید ہے کہ کسی کو بلا لیا اور اس کی گاڑی پر سوار ہو گئے، پھر واپسی کے لئے کسی اور کو طلب کر لیا اور پہنچ گئے باوجود اصرار کے ہماری کار میں سوار نہیں ہوئے، چھتی ایسی کہ مثال دی جائے، "آنحضرت کا کہنا ہے کہ کام یہ سمجھ کر کرو کہ ابھی قیامت چھ مہینے کے اندر قائم ہو جائے گی۔

اکیڈمی کیا تھی وہ تو سمندر تھا، ہر طرف مولانا کی تصنیفات رکھی ہوئی تھیں، مجالس نبوی، بچوں کے لئے قصص الانبیاء انگریزی میں، اسلامی جغرافیہ، دعائیں، اس کے علاوہ بہت کتابیں تھیں جن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا تھا، ایک اور کتاب زیر تصنیف تھی کہ "ختم نبوت کے انسانوں پر احسانات" یعنی پیغمبر علیہ السلام کی آمد سے صرف مسلمان نہیں بل کہ پوری انسانیت مستفید ہو رہی ہے، اکیڈمی کے اچنبھے پن سے ابھی ہمارے کھلے منہ بند ہی نہیں ہوئے تھے کہ پاس میں واقع مولانا الیاس صاحب کی "علی پبلک اسکول" کے پاس لے گئے اور وہاں کا انوکھا پن اور کام کا انداز و نرالا پن بہت پسند آیا، مختصر سی فیس پر عمدہ سہولیات اور اچھی تعلیم، رہائش کا اچھا نظم کہ ایک کمرہ میں صرف چھ بیڈ اور وہ بھی اعلی معیار کے، بچوں کے دلچسپی یعنی کھیل کود کا نظام اور کھانے کے لئے صاف ستھرا مطبخ، اور زیر تعمیر سوئمنگ پل، نیز بچوں اور بچیوں کے لئے بالکل غیر مخلوط نظام یہ سب مولانا الیاس صاحب کا نتیجہ فکر تھا، پتہ چلا کہ علماء اگر کام پر اتر آئیں تو کیا کیا گل کھا سکتے ہیں، ہم علماء یا تو اپنی شخصیت سے ناواقف ہیں یا کرنا نہیں چاہتے ہیں کہ کرنے سے پہلے جھمیلوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں مگر ادارہ والے یہ کہہ کر روک دیتے ہیں کہ آپ یہ نہیں کر سکتے، اسکول کا دورہ کراتے کراتے مولانا الیاس صاحب نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء تنگ نظر ہیں، میں کہتا ہوں کہ جائز حدود میں رہ کر جو بھی کرو علماء یہاں کشادہ نظر ہیں اور جہاں ذرا بھی شرعی حدود سے تجاوز ہوا وہاں علماء واقعۃً تنگ نظر ہیں کہ اس کام کو کرنے سے باز آجاتے ہیں اور یہ ہماری شان ہے، غرض اکیڈمی اور اسکول سے فارغ ہو کر ہم جامع مسجد کے پاس گئے جہاں 1400 سالہ قدیم دار القضاء دیکھنا نصیب ہوا، جس میں آج بھی برابر شریعت کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں اور بہت قدیم قدیم نکاح نامے بھی ان کے پاس محفوظ ہیں کہ دولہا دولہنیں دنیا سے سدھارے ہوئے دہائیاں گذر گئیں مگر آج بھی ان کا ریکارڈ موجود ہے، تھوڑی ہی دوری میں بہت قدیم مسجد ہے جسکی قدامت کو باقی رکھنے کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے آج بھی پرانے طرز پر ایک ممبر نما اونچائی پر اذان ہوتی ہے اور کنویں کی شکل کا حوض صاف ستھرے پانی کے ساتھ دعوت نظارہ دے رہا ہے، یہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی، اس مسجد سے کچھ دوری پر وہ مقام ہے جو سمندر سے ملا ہوا ایک نہر نما پانی کا حصہ ہے جاکے بارے میں مشہور ہے کہ صحابہ کرام عرب سے سمندری راستہ سے اسی مقام پر پہنچے تھے اور قریب میں ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے اذان دی تھی، آج بھی وہ پتھر اور وہ پانی بزبان حال کہہ رہے تھے کہ زندگی اسی کا نام ہے کہ انسان چلا جائے مگر اپنی اچھی یادیں چھوڑ جائے، ہماری واپسی کا وقت قریب آ رہا تھا، ظہرانہ مولانا الیاس صاحب کے برادر بزرگ کے یہاں تھا جو ممبئی میں ایک ٹراولس ایجنسی چلاتے ہیں، اس وقت وہ بھٹکل میں تھے، دوپہر کے پر تکلف کھانے کے بعد ہم واپسی کی راہ لے لئے، مولانا الیاس صاحب سے جدا ہونے جی گوارہ نہیں کر رہا تھا، غرض یہ کہتے ہوئے رخصتی کی اجازت لے لئے کہ

گونجتے رہتے ہیں الفاظ مرے کانوں میں

تو تو آرام سے کہہ دیتا ہے اللہ حافظ

پھر بھٹکل سے میسور 400 کلو میٹر کا پہاڑی راستہ قطع کرتے ہوئے رات 1 بجے کے آس پاس میسور پہنچ گئے اور آج بھی زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ

ہوا تجھ سے بچھڑنے کے بعد یہ معلوم

کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

افادات بجنوری

حضرت اقدس مفتی سلمان بجنوری صاحب حفظہ اللہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کا خطاب جلیل بتاریخ 30 ستمبر 2023ء بروز ہفتہ بعد عشاء بمقام جامعہ مسجد نرمل تلنگانہ انڈیا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام

تاریخ نے پوچھا اے لوگوں، یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟ شاہی نے کہا یہ میری ہے، اور دنیا نے یہ مان لیا، پھر تخت بچھے، ایوان سجے، گھڑیال بجے، دربار لگے، تلوار چلی، اور خون بہے، انسان لڑے، انسان مرے، دنیا نے آخر شاہی کو پہچان لیا، پہچان لیا،

تاریخ نے پوچھا پھر لوگوں یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟ دولت نے کہا یہ میری ہے، اور دنیا نے یہ مان لیا، پھر بینک کھلے، بازار جمے، بیوپار بڑھے، انسان لٹے، انسان بکے، آرام اڑے، سب چیخ اٹھے، دنیا نے آخر دولت کو پہچان لیا، پہچان لیا،

تاریخ نے پوچھا پھر لوگوں یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟ محنت نے کہا یہ میری ہے، اور دنیا نے یہ مان لیا، پھر روح دبی اور پیٹ بڑھے، افکار سڑے، کردار گرے، ایمان لٹے، اخلاق جلے، انسان نرے حیوان بنے، دنیا نے آخر محنت کو پہچان لیا، پہچان لیا، تاریخ نے پوچھا پھر لوگوں یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟ مومن نے کہا "اللہ" کی ہے، اور دنیا نے یہ مان لیا، پھر قلب و نظر کی صبح ہوئی، ایک نور کی لَے سی پھوٹ پڑی۔ ایک ایک خودی کی آنکھ کھلی، فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی، دنیا نے آخر "آقا" کو پہچان لیا پہچان لیا۔ فرمایا کہ: تہنیت وغیرہ جو پیش کی گئی، اعزاز کے جو کام ہوئے ہیں، آنے والے کو لوگوں کی نظر میں بہت معزز بنا کر پیش کیا جارہا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس میں ہمیں بہت ڈر لگتا ہے اصل تو عزت اس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی طرف جہنم سے آزادی ملے گی اور کوئی عزت عزت نہیں۔ اس کے بغیر ساری عزتیں بیکار ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی صحیح نیت کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے کام کرے

فرمایا کہ: یہ جو تقریریں کرنے کا کام ہے، تقریر کرنا بھی بڑی ذمہ داری ہے سننا بھی بڑی ذمہ داری ہے ہم لوگ مسلمان ہیں آج کل ہمارا کچھ مزاج جو بنا ہوا ہے کہ ہر کام رسم کے طور پر کرتے ہیں تو یہ کام بھی رسم کے طور پر ہو رہا ہے۔ بہت جلسے ہوتے ہیں بہت تقریریں ہوتی ہیں ربیع الاول کے مہینے میں کتنے جلسے ہوتے ہیں لیکن ذرا غور کریں اس بات پر کہ سیرت کے جلسے کر رہے ہیں ہم سیرت کا پیغام لوگوں کے سامنے لاتے ہیں اور سیرت ہے اس ذات اقدس کی جس کے آنے سے دنیا میں بڑا انقلاب آیا جس کے آنے سے دنیا میں انسانوں کے اندر تاریخ کی سب سے بڑی تبدیلی آئی اس ذات اقدس کی سیرت پر ہم بات کرتے ہیں۔ اور ہمارے سینکڑوں ہزاروں جلسوں سے سیکڑوں ہزاروں آدمی کیا ایک آدمی کے اندر بھی تبدیلی نہیں آتی، کیا ہے آخر سوچنے کی بات ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں ایک سبق بتایا تھا۔ پڑھایا تھا سکھایا تھا ہم میں سے بہت کم لوگ یاد رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جو کام کرنا ہے وہ اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے ہم تقریریں کرتے ہیں تو خدا نخواستہ کہیں ہم اپنی خطابت کے لئے عالمانہ شان کے لئے اور اپنی تعریف کے لئے تو نہیں کرتے اور جو ہم تقریریں سنتے ہیں تو کہیں۔ مزے لینے کر لئے یا خالی ایک تقریر منانے کے لئے یہ مسلمانوں نے کے اندر یہ جو منانے کا طریقہ ہے وہ بڑا خطرناک ہے ہر چیز کو مناتے ہیں اور مزہ بھی آتا ہے جب کوئی منانے کی شکل ہو نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو منانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

واقعہ: حضرت نے فرمایا کہ ابھی چند دن پہلے قرآن کلام پاک کا جلسہ تھا تو اس کے اختتام پر کچھ بولنا تھا تو میں نے وہاں جو بات کہیں وہ دوہراتا ہوں (حضرت نے فرمایا کہ) میں نے کہا ماشاء اللہ بڑی تعداد میں قراء تشریف لائے اور بہترین تلاوت کی قراءت کی اور سننے والے بہت بڑی تعداد میں تھے رات کے ایک بجے تک بڑی بشاشت اور نشاط کے ساتھ قرآن سنا حضرت نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ ہمارا جلسہ ہی نہیں بلکہ اس بڑے بڑے جلسے بھی ہوتے ہیں، دنیا میں اور سب میں یہ رنگ ہوتا ہے ہمارا مگر جو واقعہ ہے اس سے ہٹ کر وہ یہ ہے کہ اگر دنیا کا کوئی گھٹیا سا آدمی ہوتا ہے اور وہ قرآن کریم کی توہین کرتا ہے۔ قرآن کو جلاتا ہے۔ اعلان کر کے توہین کرتا ہے، عدالت سے اجازت لیکر کرتا ہے پولیس سے اجازت لیکر کرتا ہے سویڈان میں جو ہوا ہے وہ ہم ساری دنیا کے مسلمان جو دوارب کے قریب ہے۔ اور جن کی پچاس ساٹھ ملکوں پر حکومت ہے سب ملکر وہ ایک گھیا ادنی انسان کو صرف گرفتار کرانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور بالکل یہی منظر اس وقت ہوتا ہے جب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے انتہائی گھٹیا خراب بدترین بے حیثیت آدمی نبی صلی اللہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ اور ہم ساری دنیا کے مسلمان اس گستاخ کو گرفتار کرانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ کیا کمزوری ہے ہماری کمزوری کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ہم چیزوں کو منانے میں لگے ہیں حضرت فرمایا کہ میں نے کہا کہ ہمارے حالات اسوقت بدلیں گے جب اسٹیج پر پورے شوق کے ساتھ قراءت کرنے والے قاری صاحب (معذرت کے ساتھ) اس سے زیادہ تنہائی میں اللہ کے کلام کی تلاوت کریں اور یہ مجمع جو اس تقریری شکل میں قرآن مجید کی تلاوت سن کر خوش ہو رہا ہے۔ ان میں کا ہر ایک آدمی اپنے گھر میں اکیلے میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو گا اس وقت حالات بدلیں گے مگر جو واقعہ ہے فی الحال وہ ایسا بھی ہے، مسلمانوں میں نوے فیصد لوگ بے نمازی ہیں۔ نوے فیصد لوگ الفاظ قرآن بھی پڑھے ہوئے نہیں ہیں اور کیا ہو گا ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے خاص طور سے ہم لوگ جو یہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں نیت کے معاملہ میں بہت زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے، شیخ الہند رح کا واقعہ ذہن میں رکھلیں دارالعلوم دیوبند کے قیام کو ۳۰،۲۵،۲۰ سال کا زمانہ گزرا ہو گا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح دارالعلوم سے فارغ ہوئے دارالعلوم کے قیام کے سترہ سال بعد اور وہ کان پور جو یوپی کا سب سے بے بڑا شہر ہے وہاں ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے وہاں انہوں نے پڑھایا سولہ سال وہاں رہتے ہوئے انہوں نے اپنے مدرسے کے جلسہ میں اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کو دعوت دی حضرت وہاں پہونچے اور جلسہ شروع ہوا۔ حضرت شیخ الہند کی تقریر میں منطق یا فلسفہ کا کوئی مسئلہ آگیا اور حضرت نے اس پر بولنا شروع کیا حضرت شیخ الہند کا جو علم تھا وہ علماء میں بلکل الگ انداز کا علم تھا۔ علم کا ایک سمندر تھا حضرت نے بولنا شروع کیا تو حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک تمنا ہوئی، تمنا اس لئے ہوئی کہ وہ زمانہ دارالعلوم دیوبند کے بارے میں بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اس علاقہ میں جو کان پور لکھنؤ کا علاقہ تھا کا اس کے قریب خیر آباد مشہور جگہ ہے وہ ہندوستان میں معقولات کا مرکز رہا صدیوں سے علماء کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دارالعلوم کے قیام سے قبل حدیث کا اور عربی ادب کا مرکز "دہلی" تھا، اور فقہ کا مرکز فرنگی محل لکھنوی اور معقولات کا خیر آباد اور ہم ساری دنیا کے مسلمان اس گستاخ کو گرفتار کرانے میں کامیاب نہیں ہوئے یہ کیا کمزوری ہے ہماری کمزوری کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ہم چیزوں کو منانے میں لگے ہیں۔

(حضرت نے فرمایا) میں نے کہا کہ ہمارے حالات اسوقت بدلیں گے جب اسٹیج پر پورے شوق کے ساتھ قراءت کرنے والے قاری صاحب (معذرت کے ساتھ) اس سے زیادہ تنہائی میں اللہ کے کلام کی تلاوت کریں اور یہ مجمع جو اس تقریری شکل میں قرآن مجید کی تلاوت سن کر خوش ہو رہا ہے۔ ان میں کا ہر ایک آدمی اپنے گھر میں اکیلے میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو گا اس وقت حالات بدلیں گے مگر جو واقعہ ہے فی الحال وہ ایسا بھی ہے، مسلمانوں میں نوے فیصد لوگ بے نمازی ہیں۔ نوے فیصد لوگ الفاظ قرآن بھی پڑھے ہوئے نہیں ہیں اور کیا ہو گا ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے خاص طور سے ہم لوگ جو یہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں نیت کے معاملہ میں بہت زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے، شیخ الہند رح کا واقعہ ذہن میں رکھلیں دارالعلوم دیوبند کے قیام کو ۳۰،۲۵،۲۰ سال کا زمانہ گزرا ہو گا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح دارالعلوم سے فارغ ہوئے دارالعلوم کے قیام کے سترہ سال بعد اور وہ کان پور جو یوپی کا سب سے بے بڑا شہر ہے وہاں ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے وہاں انہوں نے پڑھایا سولہ سال وہاں رہتے ہوئے انہوں نے اپنے مدرسے کے جلسہ میں اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کو دعوت دی حضرت وہاں پہونچے اور جلسہ شروع ہوا۔

حضرت شیخ الہند کی تقریر میں منطق یا فلسفہ کا کوئی مسئلہ آگیا اور حضرت نے اس پر بولنا شروع کیا حضرت شیخ الہند کا جو علم تھا وہ علماء میں بلکل الگ انداز کا علم تھا۔ علم کا ایک سمندر تھا حضرت نے بولنا شروع کیا تو حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایک تمنا ہوئی، تمنا اس لئے ہوئی کہ وہ زمانہ دارالعلوم دیوبند کے بارے میں بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اس علاقہ میں جو کان پور لکھنو کا علاقہ تھا اس کے قریب خیر آباد مشہور جگہ ہے وہ ہندوستان میں معقولات کا مرکز رہا صدیوں سے علماء کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دارالعلوم کے قیام سے قبل حدیث کا اور عربی ادب کا مرکز "دہلی" تھا، اور فقہ کا مرکز فرنگی محل لکھنوی اور معقولات کا خیر آباد دیوبند نے ان تینوں مراکز کی خصوصیات کو جمع کیا علمی اعتبار سے اور دوسری طرف اخلاص کا اعلی درجہ تھا اسلئے دارالعلوم کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی وہاں چونکہ وہ خیر آباد کا علاقہ تھا وہاں کے لوگ معقولات میں رچے بسے تھے ان کے درمیان یہ مشہور تھا کہ دیوبند کے علماء قرآن وسنت میں تو ماہر ہیں مگر معقولات زیادہ نہیں جانتے وہ ایسے سمجھتے تھے جب شیخ الہند کی زبان پر معقولات کا مسئلہ آگیا اور معقولات کے علم کا دریا بہنے لگا تو حکیم الامت اشرف علی تھانوی اس وقت جوان عالم دین تھے انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں تمنا ہوئی کہ کاش اس وقت جلسے میں حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی بھی ہوتے جو اس زمانہ کے سب سے بڑے استاذ تھے معقولات کے۔ بہت بوڑھے تھے اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء حضرت شبلی نعمانی حضرت علی مونگیری رح ان کے شاگرد تھے تو حضرت تھانوی کے دل میں یہ تمنا ہوئی کہ حضرت اگر جلسے میں آتے (چونکہ حضرت کو بھی دعوت دی گئی تھی وہ ابھی تک نہیں آئے تھے) تو دیکھ لیتے کہ دیوبند کے علماء بھی معقولات میں کتنے ماہر ہیں حضرت تھانوی فرماتے ہے کہ دل میں میں یہ تمنا آئی اور ادھر وہ لاٹھی لٹکاتے ہوے جلسے میں تشریف لا رہے ہے (مولانا لطف اللہ صاحب) حضرت تھانوی بہت خوش ہوئے کہ ہمارے اساتذہ کا علم اب ظاہر ہو گا لیکن شیخ الہند جو بیان کر رہے تھے ان کی نگاہ جب لطف اللہ صاحب پر پڑی تو حضرت نے ایک نظر اوپر دیکھا ذرا رکے اور بالکل اچانک وہ مضمون بھی پورا نہیں کیا اور تقریر ختم کر دی حضرت تھانوی غالبا مایوس ہوئے ہوں گے بہر حال جلسہ ختم ہوا جلسہ کے بعد ایک شیخ الہند کے ساتھی وہاں تھے حضرت نانوتوی کے شاگرد حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی جو وہ کانپور کے تھے انہوں نے پوچھا بے تکلفی سے کہ حضرت آپ نے تقریر اچانک کیوں ختم کر دی فرمایا اسلئے کہ اگر میں تقریر کرتا تو اب یہ مولانا لطف اللہ صاحب کو سنانے کے لئے ہوتی اللہ کے لئے نہ ہوتی۔ جب یہ معیار ہمارے درمیان عام ہو جائے گا کہ ہم ہر کام اللہ کی رضا کو سامنے رکھ کر کرنے لگیں گے تو سیرت کا پیغام بھی تبھی ہمارے ذریعے سے پہونچنے لگے گا۔

(جاری)

438

معاملات میں تقویٰ

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے کہا گیا کہ آپ نے ہر موضوع پر کتاب لکھی لیکن تقوٰی و وَرع پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ صنفتُ فی البیوع کہ میں نے خرید و فروخت کے مسائل لکھے ہیں، جب آدمی کے معاملات دُرست ہوں تو یہ اعلی درجہ کا تقویٰ ہے۔

(احسن البرھان فی اقوال شیخنا مولانا مفتی محمد زرولی خان)

فخر الاسلام مولانا حافظ محمد احمد صاحب علیہ الرحمۃ

محمد مدثر الصالحی

فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ خانوادہ قاسمی کے چشم و چراغ اور مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند ہیں۔ آپؒ نے تقریباً چالیس سال تک دارالعلوم کے عہدہ پر فائز رہے اس دور میں دارالعلوم نے بڑی ترقی کی ہے آپؒ کے دوراہتمام کے متعلق لکھا گیا ہے کہ "حضرت ممدوح کی ذاتی و آبائی وجاہت نے بہت سے پیدا شدہ فتنوں کو دبا کر دارالعلوم کے حلقہ اثر کو وسیع تر بنایا، مالی امدادیں کثیر مقدار میں بڑھیں، بڑی بڑی عمارتیں مثلاً دارالطلبہ قدیم، دارالطلبہ جدید کا کچھ حصہ، دارالحدیث تحتانی، مسجد دارالعلوم، کتب خانہ، دارالمشورہ، قدیم مہمان خانہ اور مختلف احاطے ارض دارالعلوم پر نمایاں ہوئے، کارکنوں میں اضافہ ہوا، حاصل یہ کہ اس درس گاہ نے مدرسہ سے دارالعلوم اور دارالعلوم سے ایک جامعہ کی صورت اسی زمانے میں اختیار کی جس کے ماتحت آج بہت سے اضلاع اور صوبجات کے بہت سے ادارے چل رہے ہیں"(عکس احمد ص 119)

ولادت: فخر الاسلامؒ کی ولادت قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں 1279ھ 1862ء میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے گھر ہوئی۔

تعلیم و فراغت:

آپؒ قصبہ رامپور میں ایک جید حافظ نور محمد صاحبؒ سے قرآن کریم کی ابتدائی اور نو سال کی عمر میں قرآن شریف مکمل کیا پھر گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں حجۃ الاسلامؒ ہی کا قائم کردہ مدرسہ جس میں حضرتؒ ہی کے داماد مولانا عبداللہ صاحب انبیٹھوی مدرس تھے وہاں تعلیم حاصل کی پھر بعدازاں مدرسہ شاہی مرادآباد جس کے صدر مدرس حجۃ الاسلامؒ کے شاگرد رشید و خلیفہ خاص حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ تھے وہاں تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہندؒ سے بقیہ تعلیم مکمل کر کے دورہ حدیث کے لئے گنگوہ گئے اور حضرت گنگوہیؒ سے تکمیل حدیث کی اور وہی سے سند حدیث پائی۔۔

آپؒ کے مشہور اساتذہ:

1۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ 2۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ۔ 3۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔

نکاح:

حضرت نانوتوی کے حقیقی ماموں زاد بھائی مفتی یٰسین صاحب (جن کو حضرت نانوتوی سے خاص محبت تھی اور وہی حضرت کے کاروبار اور حضرت کے کثیر التعداد مہمانوں کی ضیافت و مدارات کے ذمہ دار تھے) کی صاحبزادی سے نویں سال کی عمر میں حضرت حافظ صاحب کا نکاح کر دیا لیکن رخصتی نہیں کی گئی کیونکہ حضرت حافظ صاحب کی عمر نو سال کی تھی اور ان کی اہلیہ کی عمر سات سال تھی۔(تواریخ و شخصیات حکیم الاسلامؒ ج 7 ص 436)

تدریسی خدمت:

آپؒ کی فراغت 1300ھ میں ہوئی فراغت کے متصل ہی آپ پہلے اپنے والد بزرگوار حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قائم کردہ مدرسہ۔ مدرسہ عربیہ تھانہ بھون میں تقریباً تین سال تک تدریسی خدمات انجام دی پھر اکابر دارالعلوم نے آپؒ کو دارالعلوم بلالیا اور تادم حیات یہی رہے۔۔

طرز تدریس: تقریر نہایت مرتب، مبادی اور مقدمات پر مشتمل، نتائج سے لبریز اور ساتھ ہی قلبی تاثرات سے بھرپور ہوتی تھی، جو زبان و کلام کے راستے سے دل میں اثرات پیدا کرتی اور بیٹھ جاتی تھی۔ مشکوۃ شریف میں جب کتاب الجنائز آئی اور عام برزخ کے حوادث و واقعات کی روایتیں گذریں تو حضرت ممدوح نے ایسے تاثر اور درد آمیز شوق کے ساتھ ان پر کلام فرمایا کہ گویا عالم برزخ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور اس وقت دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا ایک ایسا غلبہ قلوب میں محسوس ہوتا تھا کہ گویا ہم دنیا میں ہیں ہی نہیں۔ درس کا ایک خاص انداز یہ بھی تھا جو اور کسی درس میں نظر نہیں آیا کہ افعال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایتیں کسی ہیئت عمل پر مشتمل ہوتی تھیں انہیں علمی طور پر سمجھا کر پھر ان کی ہیئت عمل بنا کر کے بھی دکھلاتے تھے، صفت رکوع کی حدیث آئی تو درس ہی میں رکوع کر کے دکھلایا۔ سجدہ کی آئی تو سجدہ کر کے دکھلایا۔ عقد انامل کی آئی تو انگلیوں سے عقود باندھ کر دکھلائے۔ رنۃ النبیان کی حدیث آئی تو اس رفیق کی آواز بنا کر سنائی اور فرماتے کہ میں نے حدیث کے درس کے وقت یونہی کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور فرماتے تھے کہ اگر اساتذہ حدیث اور محدثین ہیئات عمل یونہی کر کے دکھلانے کا معمول نہ رکھتے تو آج کسی شرعی عمل کی کوئی مطلوبہ ہیئت تم لوگ محض الفاظ کتاب سے متعین نہیں کر سکتے تھے۔ حدیث پڑھاتے وقت عظمت حدیث کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ و شیوخ کے انتساب کی عظمت و حرمت نہ صرف قول ہی سے فرماتے بلکہ صورت سے بھی اسے نمایاں کرنے کی سعی فرماتے تھے۔(پچاس مثالی شخصیات۔ تواریخ و شخصیات حکیم الاسلامؒ ج 7 ص 449)

کچھ مشہور تلامذہ:

(۱) حضرت علامہ انور شاہ کشمیری
(۲) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
(۳) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی
(۴) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
(۵) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی
(۶) حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندی
(۷) حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب
(۸) مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی
(۹) حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحب
(۱۰) مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب
(۱۱) مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب
(۱۲) حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب

دار العلوم کے مسند اہتمام پر:

1311ھ میں حاجی محمد عابد صاحبؒ کی مصروفیات زیادہ ہونے کی بناپر حاجی فضل حقؒ کو مہتمم بنایا گیا لیکن وہ اس عہدے کے نازک ذمہ داریوں کو دیکھ ایک سال کے بعد ہی استعفی دے دیے۔ پھر ان کے بعد مولانا منیر احمد نانوتویؒ کو مہتمم بنایا گیا لیکن وہ بھی ایک سال بعد استعفی دے دئے۔۔ اب دار العلوم کے لئے ایک ایسے مہتمم کی ضرورت تھی جو تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مستقل مزاج ہو۔۔ لہذا حضرت رشید احمد گنگوہیؒ 1313ھ میں آپ کو دار العلوم کا مہتمم خامس منتخب کرتے ہیں۔

فخر الاسلامؒ کا پر نور دور اہتمام پر

مفتی محمد شفیع صاحب رقم طراز ہیں: اس وقت دار العلوم دیوبند ائمہ فن علماء اور اولیاء و اتقیاء کا ایک بے مثال گہوارہ تھا،ایک طرف نمونہ سلف قدوۃ المشائخ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دار العلوم کا حلقہ درس حافظ ابن حجر اور شیخ الاسلام نووی کے حلقہ درس کی مثال تھی تو دوسری طرف شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا حلقہ درس امام غزالی اور رازی کی یاد تازہ کرتا تھا، ایک طرف شیخ المشائخ مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کا حلقہ فتویٰ و درس حدیث و تفسیر اور اس کے ساتھ حلقہ اصلاح وارشاد اور سالکان طریقت کی تربیت کا بے نظیر سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف یادگار سلف عالم ربانی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کا درس

حدیث وفقہ

نہایت مفید عام تصانیف کا سلسلہ جاری تھا،اسی کے ساتھ عام اصلاح خلق کے لیے ارشاد و تربیت کا ایک بڑا حلقہ تھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کی اصلاح ہوتی تھی اور ان میں دینی انقلاب نمایاں نظر آتا تھا۔ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب اور شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی اور حضرت مولانا رسول خاں صاحب ہزاروی رحمتہ اللہ علیہم اس زمانے کے متوسط مدرسین میں شمار ہوتے تھے، رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضی حسن صاحب اس وقت ناظم تعلیمات تھے، فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم کے صدر مہتمم تھے اور اس کے ساتھ ہمیشہ ایک سبق پڑھانے کا معمول تھا،نائب مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب تھے، جن کے عربی قصائد اور عظیم الشان تصنیف "دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا؟ ہر طبقے کے علماء میں قبول عام حاصل کر چکے ہیں،غرض ہر طرف بزرگان سلف کے نمونے اور پیکر علم و عمل ستاروں کی طرح درخشاں نظر آتے تھے، جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آتا تھا،ان کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ ع ایک محفل تھی فرشتوں کی،جو برخواست ہوئی!(تاریخ دار العلوم دیوبند ج 1 ص 250)

فخر الاسلامؒ کے زمانے میں علمی ترقیات:

شعبہ تجوید کیا قیام، شعبہ تبلیغ کا قیام، ماہ نامہ القاسم کا اجراء، ماہ نامہ الرشید کا اجراء، دار العلوم میں انگریزی تعلیم کی تجویز، وغیرہ (عکس احمد)

تعمیری ترقیات:

دار الطلبہ کی تعمیر، کتب خانے کی تعمیر، مسجد قدیم کی تعمیر، دار الحدیث کی تعمیر، دار جدید کی بنیاد، ریلوے اسٹیشن پر مسجد کی تعمیر۔ (ایضا)

روحانی ترقیات

یوں تو شروع ہی سے دار العلوم روحانیت اور اہل دل کا مرکز رہا ہے، حضرت فخر الاسلام کا دور اہتمام روحانیت کے تعلق سے بھی بڑا ممتاز رہا ہے، یہ دار العلوم کا وہی روشن دور ہے جس میں مہتمم سے لے کر دربان تک صاحب نسبت بزرگ ہوا کرتے تھے، ان معنوی روحانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہری روحانیت کا بھی سامان پیدا کر دیا اور وہ اس طرح کہ اللہ کی تقدیر سے دار العلوم کے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارکہ کا غلاف آیا، تاریخ دار العلوم میں اس غلاف مبارک کی اہمیت اور اس کی آمد کے پس منظر پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ایضا ص 191)

نوٹ: اس کے علاوہ آپؒ کے دور اہتمام میں اکابر دیوبند کی کیا کیا سرگرمیاں تھی وہ ایک طویل فہرست ہے اگر چاہے تو آپ عکس احمد میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ وفات آپ رحمہ اللہ حیدرآباد نظام دکن کو دار العلوم آمد کی دعوت دینے گئے تھے لیکن بواسیر کا دورہ شروع ہوا طبیعت سخت علیل ہو گئی مشورہ سے فوری طور پر آپ کو سکینڈ کلاس ٹرین کا پورا ڈبہ رزرو کرا کر روانہ کیا لیکن ٹرین ابھی نظام آباد پہنچی تھی آپ اللہ کو پیارے ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون پھر وہی سے جنازے کو حیدرآباد لے گئے اور ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں نماز جنازہ ادا کر کے نظام دکن کا بنایا ہوا خاص قبرستان خطہ صالحین میں دفن کر دیا گیا۔۔

اوصاف و محاسن:

حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں کہ "حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے فرزند دار العلوم سے فارغ اور اسی ادارہ کے صدر مہتمم، چوڑا چکلا جسم، سرخ سفید، گھنی ڈاڑھی، وجاہت ان کے قدم لیتی، دماغ کے بادشاہ، دل کے فقیر، نازک گود میں پلے ہوئے، جن کے لیے خدام کی نیازمندیاں دست بستہ حاضر رہتیں، بھولے اس قدر کہ سکوں میں بھی فرق نہ کر پاتے، کف دست پر رکھ کر دریافت فرماتے یہ کون سا سکہ ہے، حدت مزاج اس قدر کہ بڑوں کے پتے ان کے سامنے آتے ہوئے پانی ہوتے، لباس فاخرہ، انتہائی نفاست پسند، پلنگ پر سفید چادر بار بار بدلی جاتی۔ (عکس احمد ص 277)

اولاد: حضرت رحمہ اللہ کو دو لڑکے تھے 1 حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ 2 حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؒ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
قطب العالم و شیخ الاسلام

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت سے سوال کیا کہ

غَیْرِ المَغْضُوبِ عَلَیْھِمْ وَلاَ الضَّالین

کا ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ نے بدل اور مبدل منہ کا کیا ہے اور حضرت شیخ الہندؒ نے موصوف اور صفت کا ترجمہ کیا ہے۔ تو کیا منعم علیہم، مغضوب وضال بھی ہوئے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک منعم علیہم بھی ضال اور مغضوب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ اولاً منعم علیہم تھے بعد میں مغضوب وضال ہو گئے۔

آہ!! ایک اور چراغ بجھ گیا

شمع روشن بجھ گئی، بزم سخن ماتم میں ہے

از: محمد مدثر الصالحی

قدرت بعض لوگوں کو بنا کر ناراض ہوتی ہے اور بعض لوگوں کو بنا کر فخر کرتی ہے حضرت اقدس مولانا سید شاہد الحسنیؒ اسی آخری الذکر خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسے دنیا شیخ المشائخ حضرت مولانا شیخ زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ مظاہر کے تصویروں میں ایک تصویر تھے، اکابر کے امین ہمہ صفت موصوف طویل قامت، سنجیدہ چہرہ، آنکھوں میں فقیہانہ تفکر، لہجے میں انکساری طبیعت میں سادگی۔ زندگی بنانے، گزارنے، اجلانے، کی جیتی جاگتی مجلی تصویر، جہاں کہی بھی ہو طاؤس کی طرح اپنی انجمن خود ہی آراستہ کر لیتے ہیں۔ آواز دبنگ، لہجہ میں آہنگ، خطابت میں ترنگ، ذکر و وعظ میں رنگ، تحریر اور تقریر میں اردو کالوچ اور عربی کا غلغلہ بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ اور بے شمار کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے آپ بیک وقت مصنف، مؤلف، مقرر، محدث، مفسر، فقیہ، اور شیخ کامل تھے۔ آپ ایک ایسے انسان تھے جو بورئے سے اٹھے لیکن آپ کا اعتراف قالینوں پر ہوتا ہے۔ راقم الحروف کو ان سے کچھ زیادہ نیاز نہیں رہا بس صرف ایک دفعہ کی ملاقات ہے پہلی مرتبہ مظاہر العلوم سہارن پور پہنچے، نام پہلے ہی سن رکھے تھے ایک شوق لے کر مظاہر العلوم میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی صدر دروازے کے ایک طرف بائیں جانب تشریف فرما تھے سب ساتھیوں سے مسکرا کر ملے یہی پہلی اور کیا پتہ تھا کہ یہی آخری ملاقات ہے، لیکن پہلی ہی ملاقات سے یہ اندازہ ہو گیا کہ آپ ایک عارف ہی نہیں بلکہ ایک دائرہ معارف ہیں بڑی محبتوں سے ملے بڑی شفقتیں کی پہلی ہی ملاقات میں ہم دل دے بیٹھے گفتگو ہی اس طرح کی ہم یہ سمجھنے لگے کہ ہماری ان سے پرانی یاری ہے۔ خوش خلق، خوش گفتار، اور خوش مزاج تھے، بس یہ دنیا فانی ہے یہاں سے ہر ایک کو کوچ کرنا ہے ہر آن قضا پر رضا ہی مؤمن کی شان اور بان ہے ہم سوائے اناللہ کہنے اور تحفہ ثواب کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالی حضرت کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے!

کچھ وقت علمی سیرابی کیلئے

امسال گذشتہ ۸ جنوری ۲۰۲۳

حضرت مفتی عتیق الرحمن صاحب ارشد رشادی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم صدیقیہ میسور تشریف لائے __ استاذ المکرم کے حکم و فرمائش پر بندہ بھی خدمت کے لئے طے ہو گیا جو کہ سعادت تھی ______

وقت مغرب قریب تھا، بعد مغرب مختصر اناشتہ میں آپ کے مرغوب پھل وغیرہ سے آپ کے پیش ہوئے، پھر آپ سے استفادہ کا زریں موقع تھا __ جو کہ اساتذہ کرام کی کرم فرمائیوں اور توجہ کا نتیجہ و مظہر تھا __ آپ رحمہ اللہ سے بندہ اور رفیقِ مکرم محمد شہباز میسوری آپ سے بطور استفادہ سوالات بھی کئے، اشکالات بھی کئے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے انداز میں جوابات اور اشکالات کا ایسا ازالہ کئے جن سے آپ کی تفقہ کی شان جھلک رہی تھی، اور اپنی شخصیت کا مقام ہمارے دلوں میں بنانے پر مجبور کر رہی تھی،

آپ کے ان جوابات و فرمودات میں سے چند آپ کے حوالے پیش ہیں: بندہ نے فقہ حنفی کی پانچویں صدی میں اپنا وجود دنیا میں قائم ہونے والی معتبر و عظیم کتاب "ہدایہ" جو بعد تصنیف اب تک صدیوں سے باحیات ہے _الحمد للہ_ سے استفادہ و انداز تعلم پر کچھ ارشاد فرمانے کی آپ سے درخواست کی تو بڑی عمدہ باتیں ہدایہ ارشاد فرمائی ان میں سے ایک یہ بھی ہے

- ہر مسئلہ کو اس کے اصول پر انطباق کی بھرپور کوشش کرو۔

درمیان گفتگو فرمایا

" امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی بعض اصولیین محدثین نے جرح کی ہے سوء حفظ و عدم ضبط کی بنا پر"

تو آپ نے احناف کی وکالت کرتے ہوئے فرمایا

- امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ دراصل امام اللغۃ بھی تھے ایک لفظ پر کئی معانی کہتے تو ان جرح کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ عدم ضبط کی بنا پر ہے جو کہ اپنی حقیقت میں نہیں ہے۔۔

درمیان گفتگو اپنے مادر علمی دارالعلوم سبیل الرشاد پر اعتماد کے ستون گاڑتے ہوئے فرمایا

- میں علماء و فضلاء کے لئے "حجۃ اللہ البالغۃ" کا درس دیتا ہوں اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہج سبیل الرشاد فکر ولی اللہی کا پر تو ہے اور یہاں تک فرمایا کے اس کا عین ہے۔

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم صدیقیہ میں بحیثیت مدرس بیتے ہوئے ایام، انجام کردہ خدمات اور اسمیں لکھے گئے اشعار کا تذکرہ اور ان کی یاد فرمار ہے تھے، اشعار پر یہ بات آئی کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم پر لکھے ہوئے اشعار جو شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے بھی جسکا اشارتاً اپنے سفرنامے میں تذکرہ بھی کیا ہے تو اسپر عاجزی و چھوٹاپن ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

وہ تذکرہ بڑوں کی بڑی کتاب میں اپنا حصہ بن جانا یہ اپنا کچھ نہیں ان کا کرم ہے کہ انہوں نے اس کا تذکرہ کیا

حضرت والا دامت برکاتہم بعد عشاء تھوڑی دیر بعد رخصت ہو گئے

اللہ رب العزت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کو عام تام فرمائے اور آپ کی مغفرت فرمائے

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین

اشہد احمد حنفی

برقی مجلہ

ماہنامہ

السلطان

کا خصوصی شمارہ

اکابر میسور

از: اشہد احمد حنفی

ان شاء اللہ

حسب موقع آپ کے حوالہ پیش ہوگا۔

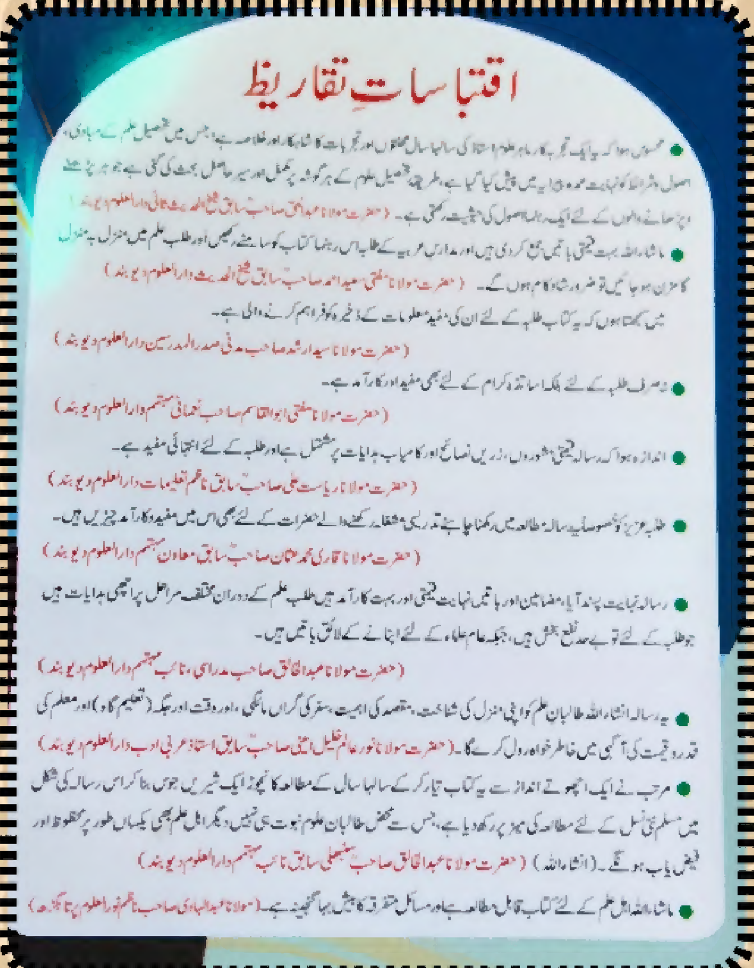

اقتباساتِ تقاریظ

- محسوس ہوا کہ یہ ایک تجربہ کار ماہر علوم استاذ کی سالہا سال محنتوں اور تجربات کا شاہکار اور خلاصہ ہے، جس میں تحصیل علم کے مبادی، اصول و شرائط کو نہایت عمدہ پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے، طریقہ تحصیل علم کے ہر گوشہ پر مکمل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو ہر پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ (حضرت مولانا عبد الحق صاحب سابق شیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند)
- ماشاءاللہ بہت قیمتی باتیں جمع کردی ہیں اور مدارس عربیہ کے طلبہ اس رہنما کتاب کو سامنے رکھیں اور طلب علم میں منزل بہ منزل کامزن ہو جائیں تو ضرور شادکام ہوں گے۔ (حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)
میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب طلبہ کے لئے ان کی مفید معلومات کے ذخیرہ کو فراہم کرنے والی ہے۔
(حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند)
- وہ صرف طلبہ کے لئے بلکہ اساتذہ کرام کے لئے بھی مفید اور کارآمد ہے۔
(حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند)
- اندازہ ہوا کہ رسالہ قیمتی مشوروں، زریں نصائح اور کامیاب ہدایات پر مشتمل ہے اور طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔
(حضرت مولانا ریاست علی صاحب سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند)
- طلبہ عزیز کو خصوصاً یہ رسالہ مطالعہ میں رکھنا چاہئے تدریسی مشغلہ رکھنے والے حضرات کے لئے بھی اس میں مفید وکارآمد چیزیں ہیں۔
(حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب سابق معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند)
- رسالہ نہایت پسند آیا، مضامین اور باتیں نہایت قیمتی اور بہت کارآمد ہیں طلب علم کے دوران مختلف مراحل پر اچھی ہدایات ہیں جو طلبہ کے لئے تو بے حد نفع بخش ہیں، جبکہ عام علماء کے لئے اپنانے کے لائق باتیں ہیں۔
(حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)
- یہ رسالہ انشاء اللہ طالبان علم کو اپنی منزل کی شناخت، مقصد کی اہمیت، سفر کی گراں مائگی، اور وقت اور جگہ (تعلیم گاہ) اور معلم کی قدر و قیمت کی آگہی میں خاطر خواہ رول کرے گا۔ (حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب سابق استاذ عربی ادب دارالعلوم دیوبند)
- مرتب نے ایک اچھوتے انداز سے یہ کتاب تیار کرکے سالہا سال کے مطالعہ کا نچوڑ ایک شیریں جوس بنا کر اس رسالہ کی شکل میں مسلم نئی نسل کے لئے مطالعہ کی میز پر رکھ دیا ہے، جس سے محض طالبان علوم نبوت ہی نہیں دیگر اہل علم بھی یکساں طور پر محظوظ اور فیض یاب ہوں گے۔ (انشاءاللہ) (حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)
- ماشاءاللہ اہل علم کے لئے کتاب قابل مطالعہ ہے اور مسائل متفرقہ کا بیش بہا گنجینہ ہے۔ (مولانا عبد الہادی صاحب ناظم دارالعلوم پرتاپگڑھ)

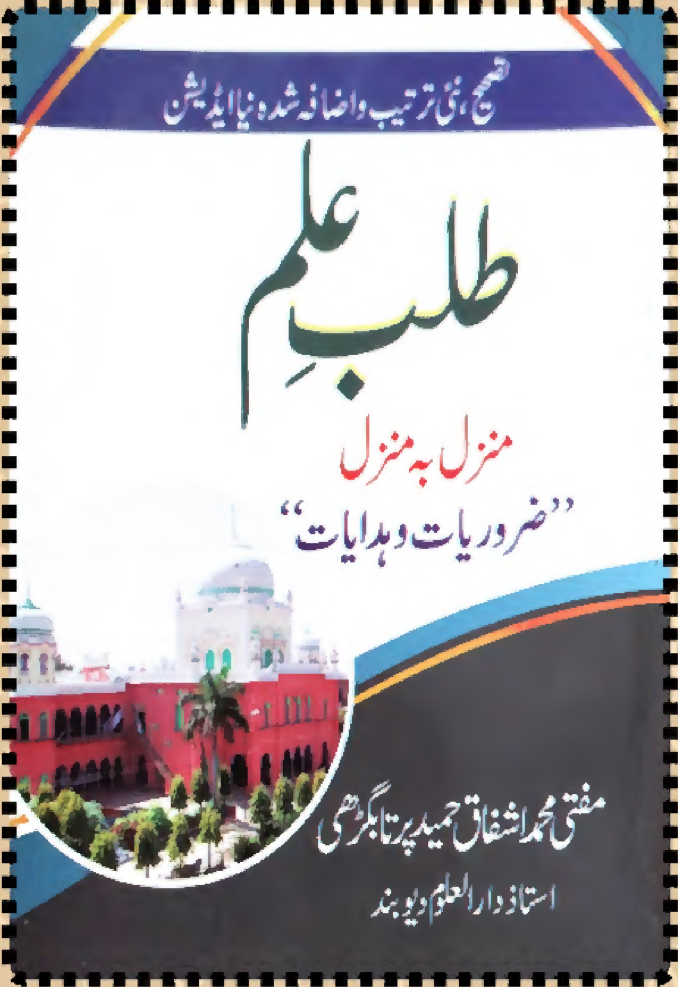

حضرت الاستاذ
مفتی محمد اشفاق حمید صاحب دامت برکاتہم
استاذ دارالعلوم دیوبند
خلیفہ حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ

کی

جوہر قابل وگوہر نایاب مقبول ترین، طلباء کی راہنماء، حرف شیریں کے طرز پر، نیو ایڈیشن، دستیاب ہے

آپ ساتھیوں سے فرداً فرداً التجاء ہے کہ اس کو ضرور خرید کر پڑھیں

اشہد احمد حنفی
6361737063
بندہ سے رابطہ کریں